



AUGUST 2006
عنبر الہدٰی شمارہ نمبر 172

تصوف کے حقائق و معارف

عرفانِ حق



تصنیف

حکیم سید امین الدین احمد خوشحالی قادی

جمعیۃ اشاعتِ اسلام پاکستان

پتہ: مسجد کاظمی، بابائے اہل حق، لاہور

Ph: 021-2439790 Website: www.ishaatislami.net

تصوف کے حقائق و معارف

عرفانِ حق

تصنیف
حکیم سید امین الدین احمد قادری خوشحالی

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی، فون: 2439799

نام کتاب	:	عرفان حق
تصنیف	:	حکیم سید امین الدین احمد قادری خوشحالی
سن اشاعت	:	شعبان المعظم ۱۴۲۹ھ - اگست ۲۰۰۸ء
تعداد اشاعت	:	۲۸۰۰
ناشر	:	جمعیت اشاعت اہلسنت (پاکستان)
		لور مسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی، فون: 2439799

خوشخبری: یہ رسالہ website: www.ishaateislam.net

پیش لفظ

زما دق صدیوں سے تصوف کے خلاف تقریر و تحریر میں مصروف ہیں دوسری طرف اہل حق علماء، خطباء، معنفین، مؤلفین اپنے اپنے طور پر قرآن و سنت کی روشنی میں حق کا دفاع اور باطل کا دَفِیعہ کرتے رہے ہیں اور اہل تصوف اپنے کام میں مشغول رہے اس طرح اہل اسلام کی اصلاح کا سلسلہ جاری رہا، اور معاندین کی زیر انشائی سے مسلمانوں کی اکثریت محفوظ رہی لیکن جب سے پرنٹ میڈیا نام ہو پھر الیکٹرانک میڈیا آیا تو مخالفین حق نے باطل کی اشاعت کے لئے انہیں ذریعہ بنایا اس میڈیا کو جیسے جیسے رواج ملتا گیا ان کی سرگرمیاں بھی بڑھتی گئیں اور بعض عناصر کو حکومتی سرپرستی حاصل ہے اور ان میں سے کچھ تو ایسے ملیں گے کہ جن سے پوچھا جائے کہ حق کیا ہے تو وہ کہیں گے جو ہم کہیں، اور پوچھا جائے کہ قرآن کی تفسیر کونسی درست ہے وہ جو جواب دیں گے جو میں کروں، حدیث کی کونسی معتبر ہے تو جواب ہوگا کہ جسے میں کوڑ کروں، احادیث کی شرح کونسی دیکھنی چاہئے تو مشورہ ہوگا جو شرح میں کروں، مذہب کونسا درست ہے تو جواب ہوگا کہ میرا، اور ایسے لوگ حق اور اہل حق کے خلاف زہر اگلنے ہوئے ذرہ برابر جھجکتے تک نہیں اور میڈیا والے بھی شاید انہی کے گروہ کے ہیں اگر نہیں تو باطل مطلق ہیں اگر یہ بھی نہیں تو انہیں اپنے اپنے جھنڈے چلانے سے غرض ہے، یہ نہیں دیکھتے کہ وہ قوم کو گمراہی کے منہ میں دھکیلنے کا التزام کر رہے ہیں اور کہتے لوگ ان کے اس فعل سے کتنے لوگوں کی دنیا و آخرت برباد ہو رہی ہے۔ پوری قوم میں ایسا اعتقادی مرض پھیلنے کا کام کر رہے ہیں کہ جس کا کوئی علاج نہیں۔

بہر حال اس میڈیا سے استفادہ کرنے والوں کی تعداد کا معلوم کرنا ہم جیسے لوگوں کے لئے بہت مشکل ہے ایک نام رائے جسے لوگ خصوصاً اس کے مذہب خفیہ طور پر بیان کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ یہ تعداد لاکھوں سے متجاوز اور کروڑوں میں داخل ہے، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ حق کے خلاف بولنے والا بیک وقت کروڑوں مسلمانوں کو گمراہ کر رہا ہے اور اس چینل کے مالکان، عہدیداران اور معاونین اس کا التزام کر رہے ہیں۔

تو اب ضرورت اس امر کی ہے کہ جو شخص جس سطح جس مقام، جس عہدے، جس مرتبے

پر ہے جتنی اس کی وسعت ہے وہ اہل باطل کے باطل نظریات کا ابطال کرے اور حق لوگوں کے سامنے پیش کرے، اگر ایسا نہ کیا تو پھر بہت دیر ہو جائے گی، اپنی اکثریت پر فخر کرنے والی قوم اپنی اقلیت پر روئے گی مگر حاصل کچھ نہیں ہوگا اور لوگوں کو چاہئے اہل حق جن کے بارے میں کوہ دیں کہ یہ شخص گمراہ ہے تو اس کی تقریر سننا اور ان کی تحریر پڑھنا چھوڑ دیں، یہ نہ سوچیں ہم صرف سنتے ہیں یا ہر سرف پڑھتے ہیں، عمل تھوڑی کرتے ہیں، ایسی بات نہیں ہے کیونکہ یہ لوگ بڑے مکار، فریب کار، لفاظ اور دھوک باز ہوتے ہیں کہ ان کی فریب کا اور اک کرنا اچھے اچھوں کے لئے مشکل ہو جاتا ہے اور یہ تو عوام ہیں اور گمراہ کرنے کے لئے وہ امام قرآن و سنن کا لیتے ہیں، بات اپنی کرتے ہیں، آیتیں قرآن کریم کی پڑھتے ہیں ترجمہ و تشریح اپنی طرف سے کرتے ہیں، مطالب و مفاد ہم ان کے اپنے ہوتے ہیں، اب مفہوم غلط ہے یا صحیح، مطلب درست ہے یا نہیں اس کا فیصلہ عوام بیچارے کیا کریں گے، اور پھر جو بات کانوں پر پڑتی ہے وہ سمجھی دل پر بھی اثر کر جاتی ہے اور جیسے کوئی شخص اپنا بچہ ایسے ادارے یا ایسے شخص کے پاس تعلیم و تربیت کے لئے بھیج دیتا ہے ہم کہتے ہیں کہ بھائی یہ شخص صحیح نہیں یا یہ لوگ درست عقائد کے حامل نہیں اپنے بچے کو ان سے دور کرو تو وہ کہتا ہے حضرت ہمارا بچہ تو صرف قرآن کریم باظہارِ حقائق کے لئے جاتا ہے وہ ایسے کیا گمراہ کرے گا اور اس کے عقائد کیا خراب کرے گا، ابھی کچھ عرصہ ہی گزر رہا ہے وہ روتا ہوا آتا ہے کہ ہمارا بچہ کہتا ہے یا رسول اللہ کہنا غلط ہے، یہ کہتا ہے ایصالِ ثواب بدعت ہے یا اذان سے قبل درود و سلام پڑھنا کہیں سے ثابت نہیں ہے، الغرض وہ بچہ اپنے معلم کے نظریات کو قبول کر لیتا ہے، تو گمراہ کن بات سننا یا پڑھنا یقیناً منفر ہے اس سے بچنا اپنے ایمان کو بچانے کے لئے ضروری ہے۔

اور آج کل تصوف کے بارے میں عوام میں ایک فاسد خیال، غلط نظریہ جنم لے رہا ہے اس کا سبب چند لوگوں کا میڈیا پر تصوف کے خلاف بولنا، اس کی غلط تشریح کرنا، اسے بے فائدہ ثابت کرنا ہے، آپ لوگوں نے دیکھا ہوگا کہ علم دین سے بے بہرہ یا حق سے دور متاثرین مغربی نظریات نے چند روز تک میڈیا پر ”حدود شرعیہ“ میں کلام کرنا شروع کیا تو عوام میں کس قسم کی باتیں دیتی تھیں کوئی کچھ کہتا کوئی کچھ، اور کوئی تو قرآن کریم میں صراحتاً کے بیان شدہ حدود کا برملا انکار کرنا سنائی دیتا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ابتدائیہ

تصوف تائش حقیقت کے عمل کا نام ہے، علم باطن تصوف کی بنیاد ہے اور عشق و محبت اور حصولِ رضائے الہی اس کا اصل مدنا، علم و عمل، عرفانِ ذات اور خود آگاہی کے ذریعے حقیقت کو پہنچنا تصوف کی معراج ہے، مولانا روم فرماتے ہیں:

شریعت پتھوں شمع است کہ راہِ مے نماید، چوں در راہِ آمدی رہن تو
طریقت است و چوں بہ مقصود سیدی آن حقیقت است

بعض حضرات کا خیال ہے کہ صرف اوامر و نواہی شریعت کا پابند ہونا تصفیہ قلب اور تزکیہ نفس کے لئے کافی ہے اور کسی شیخِ کامل کی صحبت کی ضرورت نہیں، صوفیہ کرام رحمہم اللہ کا بھی انکار کرنے والا ہر ایک زمانہ میں موجود رہے ہیں، چنانچہ ابن جوزی علیہ الرحمۃ جیسے محدث نے بڑے زور شور سے بڑے بڑے اکابر اہل عرفان حتیٰ کہ جنید و شبلی رحمہما اللہ جیسے ائمہ طریقت کی ان الفاظ میں تردید کی کہ مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ ان صوفیہ نے شریعت کی بساط کو لپیٹ دیا ہے، کاش یہ لوگ طریقہ صوفیہ کی پیروی نہ کرتے۔

امام عبد الوہاب شمرانی نے دیباچہ لوائح الانوار میں لکھا ہے کہ گروہ صوفیہ کے خلاف ہر زمانہ میں براہِ صفت آرائی ہوتی رہی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جس مقام پر ان لوگوں کی ترقی اور رسائی ہو جاتی ہے، عامہ عقول اس کو سمجھنے سے قاصر ہوتی ہے مگر یہ لوگ اُن منکرین کی کچھ پرواہ نہیں کرتے بلکہ پہاڑ کی طرح ثابت قدم رہتے ہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل اللہ کے علوم ہرگز شریعت سے باہر نہیں ہیں۔ اور یہ ہو بھی کیسے سکتا ہے چونکہ شریعت ہی تو اُن کے لئے وصول الی اللہ کا ذریعہ ہے اور وہ ایک اُن کے لئے بھی طریق شریعت سے علیحدہ نہیں ہو سکتے چنانچہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل تصوف کا علم کتاب و سنت کے ساتھ مضبوط کیا

گیا ہے۔

امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ کا قاعدہ تھا کہ فقہ کے دقیق سے دقیق مسائل کو بغرض استفسار شیخ وقت ابو حمزہ بغدادی قدس سرہ کی خدمت میں بھیجا کرتے اور شیخ کے جوابات کے پورا پورا اطمینان حاصل کرتے تھے۔

امام ابو العباس بن شریح جب حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو بعد مصابحت و گفتگو کے فرمانے لگے کہ اس شخص کا کام نہایت دقیق ہے جس کا سمجھنا آسان نہیں البتہ اس میں ایک غیر معمولی حشمت و شوکت بھی مضمر ہے جو کسی جھوٹے مدعی کو ہرگز حاصل نہیں ہو سکتی۔

محدث ابو عمر ان رحمۃ اللہ علیہ جب حضرت شبلی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حیف کے متعلق چند ایک دقیق سوالات میں آپ کا امتحان لیا تو آپ نے ساٹھ ایسے مسائل کا اضافہ کیا جن کی نسبت ابو عمر ان کا بیان ہے کہ انہیں پہلے ہرگز علم نہ تھا۔

شیخ عز الدین محدث رحمۃ اللہ علیہ جو مشاہیر علماء میں سے ہیں قبل از مصابحت مشائخ کرام نہایت اصرار و تعصب سے کہا کرتے کہ یہ کیا بدعات ہیں جو اس فرقہ صوفیہ نے پھیل لی ہیں۔ جہلا کتاب و سنت کی پیروی کے علاوہ کوئی اور بھی طریقہ ہو سکتا ہے مگر جب ایک موقع پر دمیاط (مصر) میں بڑے بڑے محدثین اور فقہاء مثلاً شیخ تقی الدین ابن دقیق العید اور شیخ مکین الدین محدث کی مجلس میں آپ کو حاضر ہونے کا موقع ملا تو امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ تصوف کی بعض عبارات پر گفتگو ہونے لگی اتنے میں شیخ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے آئے چونکہ آپ مشائخ وقت میں سے تھے سب نے استدعا کی کہ آپ اس کے متعلق کچھ فرمائیے، آپ نے جواب دیا کہ اس قدر ماہرین کتاب و سنت کے ہوتے ہوئے میرے بولنے کی کیا ضرورت ہے مگر بار بار کے اصرار پر آپ نے ان مقامات کی ایسی تشریح کی کہ شیخ عز الدین بلا اختیار پکار اٹھے: سنو! سنو! یہ کام تو الہامی معلوم ہوتا ہے اور اس سے حقانیت کے انوار چمکتے نظر آتے ہیں۔

کتاب طبقات (شمرانی) میں ہے کہ شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے امام فخر الدین رازی، صاحب تفسیر ربیعہ کو ایک رسالہ ارسال کیا جس میں انہوں نے امام کے علم و

افضل کے مرتبہ کو تسلیم کر کے انہیں بعض علوم میں بے خبر ثابت کیا اور کہا ”میرے بھائی خدا نہیں تو فقیہ دے تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اہل حقیقت کے نزدیک کامل العلم نہیں ہوتا جب تک وہ منقولات و معقولات کی اصطلاح پرستی سے آگے نہ نکل جائے چونکہ جو شخص محض تقلیدی طور پر اپنے اساتذہ کے علم تک محدود رہتا ہے اور جزییات کی چھان بین میں اپنی عمر عزیز کو ضائع کر دیتا ہے وہ مقصود اصلی یعنی حصول رضا رضا الہی سے ہٹ جاتا ہے۔

عزیز من اگر تو کسی اہل اللہ کی مجلس میں بیٹھ کر حقیقت شریعت سے آگاہ ہو تو وہ تجھے بہت جلد شہرہ حق کے مرتبہ تک پہنچا دے گا جس سے تجھے خدائے تعالیٰ کی طرف سے علم حقیقت عطا ہونے لگیں گے۔

لہذا ضروری ہے کہ تو وہ علم حاصل کر جس سے تیری ذات کو کمال حقیقی حاصل ہو اور جو مرنے کے بعد تیرے ساتھ ہو اور یاد رکھو کہ اصلی علوم وہی ہیں جو وہی طور پر اور بطور مشاہدہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے دیئے جاتے ہیں۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک عارف علم کے تمام رموز سے واقف ہوتا ہے، وہ اسرار الہی کے حقائق اور دقائق کو آشکارا کرتا ہے، عارف عشق الہی میں کھو جاتا ہے اور اٹھتے بیٹھتے، سوتے اور جاگتے اُسی کی قدرت کاملہ میں محو اور متحیر رہتا ہے، عارف پر جب حال کی کیفیت طاری ہوتی ہے تو وہ اس میں ایسا غرق ہو جاتا ہے کہ اگر ہزار فرشتے بھی اس سے مخاطب ہوں تو وہ ان کی طرف متوجہ نہیں ہوتا عالم ملکوت میں خداوند تعالیٰ کی بارگاہ مقررین پر اس کی نظر پڑتی ہے۔

ہمارے سلسلہ طریقت کے مورث اعلیٰ قطب العالم، بدر الملت والدین فخر العارفین حضرت مولانا مہدائے چانگائی قدس سرہ العزیز کا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ ڈپٹی مستفیض الرحمن خاں صاحب ایم اے اور ڈپٹی صاحب احمد صاحب آپ کے یہ دونوں مرید دربار عالی کے لئے روانہ ہوئے، کشتی میں ڈپٹی مستفیض میاں نے فرمایا حضرت کا تجربہ علمی بے پایاں ہے جس کی کوئی حد نہیں ہے کہنا علم ہے جس پر گفتگو نہیں فرما سکتے، تمام علوم اور علوم کے دقائق ہمارے حضرت کے سامنے ایسے ہیں جیسے کوئی بہتا ہوا پانی۔ ڈپٹی صاحب احمد صاحب نے کہا یہ درست ہے اور مشاہدہ بھی یہی ہے۔ بے شک علوم قدیرہ خصوصاً علوم اسلامیہ و دینیہ میں

آپ کا تجربہ اور تفوق ایک حقیقت مسلمہ ہے لیکن سائنس جو زمانہ حال کے علوم جدیدہ سے ہے اس کے بارہ میں آج تک کچھ نہیں سنا گیا، ڈپٹی مستفیض خان صاحب خاموش ہو گئے۔

جب یہ دونوں انگریزی تعلیم یافتہ جوانان صالح حضرت قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے صرف ڈپٹی صاحب احمد صاحب کو مخاطب فرمایا اور ارشاد ہوا میاں صاحب احمد! آج کچھ سائنس کی بات چیت (راستہ کی یہ گفتگو صرف ان دونوں صاحبوں تک محدود تھی اور کسی کو اس گفتگو کا علم نہیں تھا) اس کے بعد آپ نے سائنس کے مسائل ہوا اور پانی سے ابتدا کر کے پھر جو سلسلہ کلام شروع فرمایا تو یورپ کے جدید سائنس کے مہمات و معلومات اور انتہائی مشکل مسائل کو احاطہ تقریر میں سمیٹ لیا اور سائنس کی معلومات و انکشافات جدیدہ پر ایک ایسی بسیط و جامع و مانع تقریر فرمائی کہ یہ معلوم ہوا کہ ایک بحر موج ہے جس کی موجیں یکے بعد دیگرے اٹھتی چلی آ رہی ہیں بہت دیر تک یہ سلسلہ تقریر جاری رہا، یہاں تک کہ ظہر کے بعد سے اب نماز عصر کا وقت آ گیا، نماز عصر کے لئے آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور مصلے پر تشریف لے جاتے ہوئے فرمایا کہ اس وقت ہمارے قلب میں خیالات عالیہ موج ورموج ایسے اٹھ رہے ہیں کہ بیان نہیں ہو سکتے آؤ بس نماز عصر پڑھ لیں، اس واقعہ کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ایک عارف باللہ کو تمام علوم دینیہ و دنیویہ پر کامل قدرت اور دستگاہ حاصل ہوتی ہے۔

صاحب جامع الاصول لکھتے ہیں کہ اندرونی نجاستوں اور غلاظتوں سے پاک و صاف ہونے اور نماز جو حضور قلب اور خشوع و خضوع سے ادا کرنا جس کو حدیث جبرائیل میں لفظ احسان سے تعبیر کیا گیا ہے اور جس میں:

اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ

یعنی تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کر گویا تو رب ذوالجلال کو دیکھ رہا ہے۔ کی طرف اشارہ ہے بغیر تربیت شیخ کامل کے ممکن نہیں ہے چونکہ شیخ اندرونی امراض کا واقف اور ان کا طریقہ معالجہ کی مہارت رکھتا ہے یہ بات صرف امراض کا علم حاصل کر لینے اور کتابوں کے ذخائر پڑھ لینے سے حاصل نہیں ہو سکتی۔

اولیاء اللہ اپنے پیروکاروں کے قلب و دماغ اور رگ و ریشہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت اور بندگی کا ایسا داعیہ پیدا کرتے ہیں کہ ان کی نظروں سے ماسوائے اللہ معدوم ہو جاتا ہے اور وہ ہر لمحہ دل کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کا دیدار کرتے اور مشاہدہ حق میں مشغول رہتے ہیں۔

میری یہ تینوں تقاریر بعنوان (۱) تصوف چیست؟ (۲) شان اولیاء، اور (۳) جواز بیعت جن کے مجموعہ کا نام میں نے ”عرفان حق“ رکھا ہے ان کو پڑھنے، سمجھنے اور غور کرنے سے تصوف کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ اولیاء کی محبت، عظمت، علو مرتبت بالخصوص ضرورت بیعت کا احساس دلوں میں جاگزیں ہوتا ہے۔ کھرے اور کھوئے کا فرق، اسلی اور جعلی کا امتیاز، صحیح راہبر و مرشد کی پہچان اور شناخت کا طریقہ اور سلیقہ معلوم ہوتا ہے۔

نیز ان مضامین کا مطالعہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ آج گونا گوں مصائب و آلام اور پریشانیوں میں گھری ہوئی دنیا کے لے فلاح و نجات کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ ہے کہ اوامر و نواہی کی پابندی اور سنت رسول ﷺ کے اتباع کے ساتھ اولیاء اللہ کے دامن سے وابستہ ہو جائیں جن کے بارے میں باری تعالیٰ جل شانہ کا ارشاد ہے:

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ الَّذِينَ آمَنُوا

وَكَانُوا يُتَّقُونَ ۝ لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ

عارف رومی علم الرحمة نے کیا خوب کہا ہے۔

فیض حق اندر کمال اولیاء نور حق اندر جمال اولیاء

ہر کہ خوابد بمنشینی با خدا او نہیںد در حضور اولیاء

چوں شوی دور از حضور اولیاء در حقیقت گشتہ وو راز خدا

میری یہ تینوں تقاریر اپنے دادا امیر سلطان العارفین برہان الواصلین، سند اکاملین، شمع المقربین، سلطان الاولیاء حضرت خواجہ صوفی محمد حسن شاہ صاحب قدس سرہ العزیز کے عرس مقدس کی محافل (منعقدہ بمقام چلہ گاہ شریف موضع بہار گڑھ، ضلع مظفر نگر یو۔ پی، انڈیا) میں ہوئی تھیں۔

ان محافل میں میرے پیرو مرشد بدر الامت، سید الافاضل، بحر العلوم ظاہری و باطنی،

معدن کرم، فرید العصر، شمس العارفین، زینت السالکین مرشدی و مولائی حضرت قبلہ الحاج خواجہ صوفی محمد خوشحال شاہ صاحب مدظلہ العالی اور میرے سلسلہ طریقہ کے عم محترم پیشوائے واصلین، مقتدائے عاشقین و اتقائے راز حقیقت، دلائل سبوح و صحت، آشنائے رموز معرفت حضرت قبلہ الحاج صوفی محمد نقیب اللہ شاہ صاحب مدظلہ العالی بھی موجود تھے اور ان حضرات محترم نے ان تقاریر کو پسند فرمایا، اسی بناء پر ان تقاریر کو شائع کرنے کی جرأت کر رہا ہوں۔

آخر میں بارگاہ رب العزت میں دست بردار ہوں کہ باری تعالیٰ مجھ ناسی، بیچ مدان اور جملہ مسلمانوں کو بالعموم اور طالبان حق اور تشنگان معرفت کو بالخصوص ان تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق مرحمت فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ و سیدین علی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

احقر العباد (تحکیم) سید امین الدین احمد قادری جہانگیری خوشحالی غنی عنہ

خلفہ استاذ الاطباء مولانا تحکیم سید شہاب الدین احمد صاحب مرحوم و مغفور

تقریظ

حضرت بدر الامت، سید الافاضل، بحر العلوم ظاہری و باطنی، معدن کرم، فرید العصر،
شمس العارفین، زینت السالکین، مرشدی، مولائی و آقائی مولانا الحاج صوفی محمد خوشحال
میاں صاحب دامت برکاتہم العالیہ چلہ گاہ شریف، مومنا، بہار گڑھ، ضلع مظفر نگر، یو۔ پی انڈیا
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله رب العلمین و العاقبة للمتقین و الصلوٰۃ و السلام
علی سیدنا و نبینا و حبیبنا و شفیعنا و مولانا محمد و علی آلہ
و اصحابہ و ازواجہ و اہل بیتہ و اولیاء ائمہ اجمعین۔ اما بعد
فقد قال اللہ تعالیٰ فی القرآن المجید، اعوذ باللہ من الشیطن
الرجیم ”و یُزِیْهِمْ“

مندرجہ بالا آیت شریفہ سے یہ بات صاف طور پر واضح ہو رہی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام کی بعثت کا ایک اہم جملہ اور امور کے تزکیہ نفس بیان کیا گیا ہے۔ اسی کا نام تصوف
ہے جس کو ولایت کہیں یا معرفت، یہی خصوصیت مذہب کی روح، اخلاق کی جان اور ایمان
کا کمال ہے جس کی اساس شریعت ہے اور جس کا سرچشمہ قرآن و حدیث ہے۔
اسی نظام تزکیہ نفس و اخلاق اور سلوک کے پروردہ وہ حضرات ہیں جن کو اولیاء اللہ کہا
جاتا ہے اور جن کی ساری زندگی میں کتاب و سنت کی عملی تصویر نظر آتی ہے۔

یہی وہ مہاکمال ہستیاں ہیں جن کی شان میں باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:
بِلا شِبْهِ اللّٰہِ کے دوستوں کو نہ کوئی خوف ہے نہ غم۔

اور جن کے بارے میں سید المرسلین خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ہے:

اِتَّقُوا فِرَاسْتَ الْمُؤْمِنِ اِنَّهُ یَنْظُرُ بِنُورِ اللّٰہِ

یعنی ہر مومن کی فراست سے ڈور وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔

یہی وہ مقدس ہستیاں ہیں جن کے قلوب کو حق جل شانہ کا مقام کیا گیا ہے۔

حکیم سید امین الدین احمد کی یہ نورانی و عرفانی تالیف ”عرفان حق“ بھی اسی سلسلہ کی
ایک کڑی ہے جس میں تصوف کے حقائق و معارف..... اولیاء اللہ کی شان و عظمت..... اور
جواز بیعت و ضرورت مرشد کو نہایت خوب چیرا یہ میں قرآن و سنت کی روشنی میں بیان کیا گیا
ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ رب العزۃ اپنے حبیب پاک صادق لولاک جناب محمد مصطفیٰ احمد
مجتبیٰ علیہ التحیۃ و الثناء کے صدقہ میں مؤلف کی اس سعی و کوشش کو منظور و مقبول فرمائے اور اس
کتاب کو مقبول عوام و خواص فرمائے۔ آمین

محمد خوشحال

چلہ، بہار گڑھ، مظفر نگر (یو۔ پی)

تقریظ

حضرت پیشوائے واصلین، مقتدائے عاشقین، واقف راز حقیقت، دامائے سبز
وحدت، آشناء روز معرفت، عم محترم (فی الطریقت) قبلہ الحاج خواجہ فقیر صوفی محمد نقیب اللہ
شاہ صاحب مدظلہ العالی قادری، سہروردی، چشتی، نقشبندی، ابوالہلالی آستانہ عالیہ نقیب
آباد شریف تحصیل قصور، لاہور، پاکستان

الحمد لله رب العلمین و الصلوٰۃ و السلام علی رسولہ

مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلہ و صحبہ و اہل بیتہ اجمعین

اما بعد! رسول مقبول ﷺ کا لایا ہوا اسلام ایک ایسا متحرک، فعال اور کشادہ نظر مذہب
ہے جس کی بنیاد ارکان خمسہ پر قائم ہے اور اِنْ تَعْبُدُوا اللّٰہَ کَمَا تَنْکُرُوْنَ اِنْ لَّمْ تَنْکُرُوْا
تَرٰوْہُ فَاِنَّہُ یَرٰکَ یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو اور اگر یہ
نہ ہو سکے تو کم از کم یہ ضرور سمجھو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔

یہ حدیث پاک ان ارکان میں روحانیت کا تصور پیدا کر کے مومن کو مرکز نظر کی

وحدت سے روشناس کراتی ہے، بزرگانِ دین نے اس تصور کی تکمیل کے لئے مختلف قسم کے اشغال متعین فرما کر اس راہ کو بہت آسان کر دیا ہے، لیکن یہ بات شیخِ کام سے وابستگی اور اس کے بتائے ہوئے طریقہ پر گامزن ہو کر ہی حاصل ہو سکتی ہے۔

جس طرح دیگر فنون کے حصول کے لئے لوگ کالجوں اور درسگاہوں میں داخلہ لے کر ان علوم و فنون کے اساتذہ سے باقاعدہ تحصیلِ علم کرتے اور جدوجہد کرتے ہیں اسی طرح تعلق باللہ قائم کرنے اور مشاہدہ حق کے مرتبہ پر پہنچنا بغیر اہل اللہ کی صحبت و معیت، ان کی رشد و ہدایت اور ان کے فرمودہ طریقوں پر عمل کرنے کے کس طرح ممکن ہو سکتا ہے۔

حکیم سید امین الدین احمد قادری خوشحالی نے اپنی تالیف ”عرفان حق“ میں تصوف، حقیقت اور معرفت کو قرآن و سنت کی روشنی میں اولیاء اللہ کی شان و عظمت کے حوالے سے بڑی تفصیل کے ساتھ نہایت خوبصورت اور مدلل پیرایہ میں پیش کیا ہے اور آخر میں جو ازہ بیعت یعنی کسی ولی کامل کے ساتھ نسبت قائم کرنے اور اس کے دامن سے وابستہ ہونے کی ضرورت اور اہمیت کو کاملاً پاک، آیات و مقدمات، احادیث صحیحہ اور اقوال اولیاء کرام کی روشنی میں بیان کیا ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ کریم مؤلف کی اس سعی و کاوش کو اپنی بارگاہ میں منظور اور مقبول فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

دعا کو

صوفی نقیب اللہ شاہ

پیش گفتار

از محقق عصر حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ العالی،

حمد بے حد مر رسول پاک را آنگاہ ایماں داد مشیت خاک را
مخدومی جناب حکیم سید امین الدین احمد شاہ مدظلہ العالی خلف الرشید استاذ الاطباء
حضرت مولانا حکیم سید شہاب الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ تلمیذ الرشید مسیح الملک حکیم حافظ محمد
اجمل خان رحمۃ اللہ علیہ نے مخلوق خدا کی اصلاح و فلاح کی خاطر بہت سی دینی اور روحانی
کتب تالیف کی ہیں جو اہل علم و دانش میں بحد مقبول ہیں، چند ایک کے نام حسب ذیل ہیں:
(۱) اوامر و نواہی، (۲) آداب دین، (۳) تذکرہ امام اولیاء حضرت علی ججویری
قدس سرہ، (۴) تذکرہ تصوف نقشبندیہ، (۵) تذکرہ حضرت منصور حلاج علیہ الرحمۃ وغیرہم
حضرت سید صاحب زید علمہ علمی دنیا کے علاوہ اہل صفا کے گروہ میں بھی جانی پہچانی
شخصیت ہیں (ماشاء اللہ تعالیٰ) حضرت سید صاحب کے تین مقالات (۱) تصوف چیست؟،
(۲) شان اولیاء، (۳) جو ازہ بیعت، میرے پیش نظر ہیں۔

ادارہ معارف نعمانیہ شاد باغ لاہور جو ان روحانی و نورانی تحریروں کو یکجا طور پر
چھاپنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے، اس ادارہ کے ایک رکنِ رکن الحاج حافظ جناب محمد
فیض صاحب قادری سلمہ نے فرمائش کی ہے کہ زیر نظر مجموعہ موسوم بہ ”عرفان حق“ کے آغاز
میں کچھ لکھوں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ جب حکیم سید امین الدین احمد شاہ صاحب قادری
جہانگیری خوشحالی کا نام مامی و اسم گرامی آ جاتا ہے تو کسی تعارف و تبصرہ کی ضرورت باقی نہیں
رہتی، بہر حال ان مقالات کے موضوع کی مناسبت سے یہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ ان
مقالات کی افادیت و اہمیت گزشتہ..... امن زمانوں سے آج کہیں زیادہ ہو گئی ہے۔

صوفیہ کرام رحمہم اللہ انسانِ نما حیوانوں کی عادات و رذیلہ اور خصائلِ مایہ ناپسندیدہ کو زائل
کر کے انہیں عظمت انسانی اور احترامِ آدمیت کی تلقین فرماتے ہیں، بلکہ چہندوں اور
پرندوں کے علاوہ درندوں پر بھی رحم کرنے کا درس دیتے ہیں اور ان کی تعلیمات مقدسہ سے

متاثر ہو کر انسان بندوں سے دست بردار ہو کر حق پرست ہو جاتا ہے، مختصر یہ کہ قوم کو درپیش شرمناک مسائل کا واحد حل تصوف اور تعلیماتِ صوفیہ ہی ہے، اس دور میں علماء حق کی طرح صوفیہ صافیہ بھی کیا اب ہو گئے ہیں، اس پر فتن زما نے میں اولیاء اللہ کے مقامات و کمالات عالیہ ان کی تعلیمات سے آگاہی اور ان کے ذکر سعید سے بھی راہنمائی اور سکونِ قلب حاصل ہوتا ہے۔

ذکر حبیب کم نہیں وصل حبیب سے
میری دعا ہے کہ اللہ رب العزت اپنے حبیبِ لبیب، محسنِ انسانیت، رحمۃ اللعالمین علیہ کے صدقہ میں فاضل مصنف کو اس روحانی تالیف پر وقت صرف کرنے کا اجر عظیم عطا فرمائے اور ماثرین کو جزائے خیر سے نوازے، نیز قارئین کرام کو عمل کی توفیق نصیب فرمائے اور وہ مجسمہ اخلاق بن کر قائم حسنات و خیرات نظر آئیں اور اس حقیر پر تقصیر کے گناہ معاف ہوں اور اہل حق کے غلاموں کے ساتھ حشر ہو۔

آمین ثم آمین! بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

خاک راہِ وردمندان محمد موسیٰ عفی عنہ، لاہور

داتا کی نگری، ۲۲ محرم الحرام ۱۴۱۳ھ مطابق ۲۳ جولائی ۱۹۹۲ء



تقریظ

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبداللطیف صاحب مجددی خطیب جامع مسجد حنفیہ غوثیہ شاد باغ لاہور

فقیر نے رسالہ ”تصوف چیست“ اول تا آخر دیکھا، اپنے موضوع پر مختصر ہونے کے باوجود نہایت نفیس، دلائل سدید سے مزین، اہل نظر کی آنکھوں کی ٹھنڈک، خافلیں کے لئے تنبیہ، منکر اگر تعصب سے بالاتر ہو کر مطالعہ کرے تو امید ہے کہ انکا رتھوڑوے۔
اللہ کریم تہذیب اہل سنت حضرت حکیم سید امین الدین احمد شاہ صاحب مدظلہ کی سعی قبول فرمائے۔

محمد عبداللطیف مجددی

تصوف چیست؟

غوث اعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ”صوفی وہ ہے جو اپنے مقصد کی ناکامی کو خدا تعالیٰ کا مقصد جانے، جو اپنی مراد کو مراہق کے تابع کر دے اور ترک دنیا کر کے مقدرات کی موافقت کرنے لگے یہاں تک کہ وہ خادم بنے اور آخرت سے پہلے دنیا ہی میں وہ ناز المرام ہو جائے تو ایسے شخص پر خدا کی جانب سے سلام آنے لگے گا اور اس پر سلامتی مازل ہوئے لگتی ہے۔“

حضرت ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تصوف کی یہ تعریف بیان کی ہے: ”اعتقادِ واسطہ صحیحہ اور فرائض و سنن کی پابندی کے ساتھ تمام اخلاقی رذیلہ سے بیلجہدگی اور جملہ اخلاقی فاضلہ سے متصف ہونے کو تصوف کہتے ہیں۔“

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تمام تعلقات سے الگ تھلگ ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر رہنے کو تصوف کہتے ہیں۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ نفس کو لوازمِ عبودیت کی مشق کرانی تصوف ہے۔

حضرت سبزی سقنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نہایت مختصر الفاظ میں تصوف کی یہ تعریف کی ہے کہ اخلاقی کُنہ کا نام تصوف ہے۔

حضرت ابوحفص مدارنیثا پوری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ظاہر و باطن میں آداب شریعہ کے ساتھ ہونے کو تصوف کہتے ہیں اس طرح کہ ان کا اثر ظاہر سے باطن اور باطن سے ظاہر پر پہنچ جائے۔

حضرت بشر بن الحارث رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے ساتھ صدق برتنے اور مخلوقات کے ساتھ خلق برتنے کو تصوف کہتے ہیں۔

سید الاولیاء حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق اخلاق و محاملات کو مہذب بنانے اور اپنے باطن کو شرک و کفر کی آلودگیوں اور نجاستوں سے پاک کرنے کا نام

تصوف ہے۔

لفظ صوفی کے ماخذ کے متعلق بھی اولیاء کرام کے نظریات مختلف ہیں، چنانچہ بشر الحارث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”صوفی وہ ہے جس کا دل اللہ تعالیٰ کی خاطر پاک و صاف ہو۔“ بعض کا قول ہے کہ انہیں صوفی اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ خدا کے عز و جل کے حضور میں پہلی صف میں ہے۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان کو صوفی اس وجہ سے کہتے ہیں کہ ان کے اوصاف ان اہل صفہ کے اوصاف سے ملتے جلتے ہیں جو عہد رسالت میں تھے۔

کسی نے اس کو صفا سے مشتق کہا ہے تو کسی نے اس کا تعلق یونانی لفظ سوف سے جوڑا ہے جس کے معنی عرفان کے ہیں، ایک گروہ کہتا ہے اور اس رائے سے ابن خلدون بھی متفق ہیں کہ انہیں صوف پہننے کی وجہ سے صوفی کہا گیا ہے چونکہ حضور سید دو عالم ﷺ اون کی موٹی کھردری کپڑی اوڑھتے تھے اس لئے ناشٹمانی رسول ﷺ نے بھی اسی لباس کو اختیار کیا۔

لفظ صوفی اور تصوف کی اصطلاح کی تاریخ کے متعلق بھی اقوال مختلف ہیں، اگرچہ بعض کا قول ہے کہ اسلام میں تصوف ایک زائدہ لفظ ہے اور صوفی کا لقب اہل بغداد کی ایجاد ہے مگر علامہ ابوالنصر عبد اللہ بن علی السراج الطوسی رحمۃ اللہ علیہ اس لقب کو اہل بغداد کی ایجاد نہیں سمجھتے بلکہ ان کو نہایت قدیم زمانہ میں اس کا سراغ ملتا ہے چنانچہ موصوف اپنی تصنیف مدنیف ”کتاب الملع“ میں لکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں یہ نام مشہور تھا جنہوں نے اصحاب رسول ﷺ کی ایک جماعت کا زمانہ مبارک پایا تھا، موصوف یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ میں نے طواف کے دوران ایک صوفی کو دیکھا اور ان کو کچھ دینا چاہا تو انہوں نے نہیں لیا۔ نیز موصوف بیان کرتے ہیں کہ ایک کتاب جس میں اخبار مکہ جمع کئے گئے ہیں محمد بن اسحاق بن یسار رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے لوگوں سے روایت ہے کہ اسلام سے پہلے کسی وقت مکہ خالی ہو گیا تھا یہاں تک کہ کوئی شخص خانہ کعبہ کا طواف نہیں کرتا تھا اس وقت کسی دور دراز سے صرف ایک صوفی آتا تھا اور طواف کر کے واپس چلا جاتا تھا، پس اگر یہ روایت صحیح ہے تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قبل از اسلام یہ نام مشہور تھا اور اس کی طرف اہل اصلاح منسوب کئے جاتے تھے لیکن جہاں تک تاریخی روایتوں سے ثابت ہوتا ہے اسلا

میں سب سے پہلے ابو ہاشم صوفی کو یہ خطاب ملا جنہوں نے ۱۵۰ھ میں وفات پائی۔
امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ قشیریہ میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ
میں صحابہ کے علاوہ اور کوئی لقب ایجا نہیں ہوا، کیونکہ شرف صحبت سے بڑھ کر کوئی شرف نہیں
ہو سکتا تھا، نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت کو وہ عظمت اور خصوصیت حاصل ہے کہ جس
شخص کو یہ عزت حاصل ہو اس کو کوئی دوسرا خطاب جو اس سے بڑھ کر ہو نہیں دیا جاسکتا، صحابہ
کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین زباؤ، عباؤ، متوکلین، فقراء، صوفیاء، اہل رضا، اہل صبر اور اہل
تواضع کے امام ہیں اور ان کو یہ رتبہ رسول اللہ ﷺ کے فیض صحبت سے حاصل ہوا، اس لئے
زمانہ باسعادت میں مومن کے لئے کوئی لفظ صحابی سے زیادہ افضل نہیں ہو سکتا، چنانچہ اس
وقت کے افضل اسی لقب سے موسوم ہوئے اس کے بعد ان صحابیوں سے صحبت یافتہ حضرات
کے تابعین کی اصطلاح وضع ہوئی، اور ان کی صحبت پانے والے تبع تابعین کہلائے۔

اس کے بعد جب امت زیادہ پھیلی تو بزرگان دین زاہد اور عابد کے امام اور لقب سے
ممتاز ہوئے لیکن زہد و عبادت کا دعویٰ ہر فرشتے کو تھا یہاں تک کہ اہل بدعت کو بھی تھا، اس
وقت اہل سنت کے طبقہ خاص نے جو ذکر الہی میں مشغول اور غفلتوں سے دور رہتا تھا اپنے
لئے اہل تصوف کی اصطلاح قائم کی اور صوفی کہلانے اور یہ لقب دوسری صدی ہجری کے ختم
ہونے سے پہلے رواج پا چکا تھا، لیکن بعض تنگ نظر حضرات زمانہ باسعادت کے بعد ہونے
کی وجہ سے اس طریقہ کو بدعت کہتے ہیں، اس اعتراض کے جواب میں مولانا عبد الماجد دریا
بادی فرماتے ہیں: ”اگر تصوف، صوفی اور دوسری اصطلاحات بدعت کے لغوی مفہوم کے
لحاظ سے بدعت ہی میں داخل سمجھی جائیں تو پھر تفسیر، اصول تفسیر، فقہ، اصول فقہ و کلام کے
آج جو ماشاء اللہ دفتر کے دفتر موجود ہیں عہد رسالت میں یہ کہاں تھے اور سب کو جانے
دیجئے براہ راست سنت رسول ﷺ ہی کو لیجئے آج حدیث کے متون ہی کا کتنا بڑا ذخیرہ
موجود ہے، پھر ان کی شرحیں ہیں، ان کی تشریحات کے لئے مستقل لغات ہیں، رجال کا ایک
مستقل فن ہے۔ احادیث کو جانچنے، پرکھنے، روایت و درایت کے قانون اور ضابطے ہیں،
سینئر وں کی تعداد میں منہ طلبات فن ہیں، ظاہر ہے کہ عہد رسالت میں یہ نہ تھا، سرور عالم ﷺ
کی سادہ اور روزمرہ کی گفتگو حدیث تھی اور آپ کا ہر چھوٹا بڑا عمل سنت تو کیا اب کوئی اس بنا پر

حضرات محدثین کی ساری کاوشوں اور کوششوں کو بدعت کہہ دینے کی جرأت کرے گا۔
اسی طرح حضرات فقہاء کی ساری موشگافیاں، قیاس و اجماع کی بحثیں، استقراء اور
استنباط کا طریقہ، اجتہاد کے مسائل، عبارت و اشارت اور دلالت النص کی قسمیں اور
دلالت النص کی قسم کی سینئر وں اصطلاحیں و دربیوی میں کہاں تھیں اور کیسے ہو سکتی تھیں تو کیا
بخاری، مسلم، ترمذی، امام ابو داؤد کی طرح حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی،
امام مالک و امام احمد رحمۃ اللہ علیہم اجمعین، کبھی رحمۃ اللہ علیہ، ازواجی، شیبانی اور طحاوی رحمہم
اللہ علیہم اجمعین کی جانفشانیوں کو بھی ضائع قرار دینے اور بدعت کے حکم میں لانے کی جرأت
کر کے شریعت ہی کے ایک بہت بڑے حصہ سے انکار کر دیا جائے گا؟ اور تو اور خود قرآن
مجید اس مکتوبی شکل میں اعراب و علامات و وقف سے مزین پاروں، صورتوں، رکعوں اور
آیتوں کے ساتھ مدون عہد رسالت میں یکجا کہاں موجود تھا؟ آگے چل کر مولانا عبد الماجد
دریا بادی مزید فرماتے ہیں: غرض یہ کہ جو حال فقہ، حدیث، تفسیر اور جملہ علوم شرعی ظاہری کا
ہے کچھ ایسا ہی حال علوم باطن یعنی سلوک و تصوف کا ہے۔ عہد نبوی میں بے شک نہ لفظ
تصوف رائج تھا نہ صوفی نہ ذکر و شغل، حال و مقام، مکلفہ اور مراقبہ کی وہ سینئر وں
اصطلاحیں مروج تھیں جن سے کربن لبریز ہیں لیکن خود مرشد اور شیخ اور بیعت و مترشد بھی
اس اصطلاحی معنی میں خود فن حدیث ہی کہاں موجود تھا نہ کوئی اسماء الرجال کے نام سے آشنا
تھا، نہ جرح و تعدیل کے اصول و ضوابط سے نہ ضعیف اور موضوع، متواتر اور مشہور، صحیح اور
حسن کی اصطلاحیں مقرر ہوئی تھیں۔

لیکن اگر لفظ و اصطلاح کی بحث سے گزر کر نفس حقیقت اور اصل مدعا پہنچنا مقصود ہو تو
جس طرح صحابی رضی اللہ عنہ یا بزم رسول ﷺ کا صحبت یافتہ اور دربار رسول ﷺ کا حاضر
باش اپنی اپنی جگہ اور اپنے اپنے درجہ ظرف و بساط اور استعداد کے موافق مفسر، محدث،
فقہ، اور متکلم تھا اسی طرح اور اسی نسبت سے صوفی اور سالک بھی تھا، صحابہ کرام رضوان اللہ
علیہم اجمعین و مترشدین تھے اور ان سب کے شیخ اور مرشد ہی جو ساری دنیا کے لئے معلم
و مرکز و مظہر ہو کر آئے تھے۔

بہر حال لغت کے اعتبار سے تصوف کی اصل خواہ صوف ہو اور حقیقت کے لحاظ سے اس کا

رشتہ چاہے صفا سے ملتا ہو اس میں شک نہیں کہ یہ دین کا ایک اہم جزو ہے جس کی اساس خلوص فی العمل اور خلوص فی الخیریت پر ہے اور جس کی نایت تعلق مع اللہ اور حصول رضا الہی ہے۔

یہ تو اس دور کی سنت ہے جب سرور کائنات فخر موجودات ﷺ خارجہ میں بیٹھ کر ذکر الہی میں مشغول رہتے تھے، اس خارجہ میں تصوف کا جو مقدس پودا لگایا گیا تھا وہ حضور پاک ﷺ کی متبرک تعلیمات کے ساتھ ساتھ پر وان چڑھتا رہا اور ایک تناور درخت بن کر صبر و شکر، عزیمت و استقامت، اخلاص، نیت، اطاعت الہی اور اتباع سنت کی صورت میں برگ دیار لایا اور اس عظیم الشان درخت کی ٹھنڈی اور ٹھنی چھاؤں میں لاکھوں بلکہ کروڑوں انسانوں کو سکون دل اور اطمینان قلبی میسر آیا۔

تصوف کے معنی تزکیہ نفس اور ربانے قلب کے ہیں اور اگر کلام پاک کا بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ نتیجہ باسانی اخذ کیا جاسکتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد ہی نفوس انسانی کا تزکیہ ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ کی بعثت کے لئے جو دعا فرمائی اسکا مقصد یہی بیان فرمایا: ”اے رب ہمارے! تو ان میں انہی میں سے ایک رسول بھیج جو کہ ان کو تیری آیتیں پڑھ کر سنائے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دے، اور ان کا تزکیہ نفس کرے، بے شک تو غالب حکمت والا ہے۔“

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا بارگاہ الہی میں مقبول ہوئی اور حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام آخری نبی کی حیثیت سے اس دنیا میں تشریف لائے تو اس کی غرض و نایت بھی اللہ تعالیٰ نے یہی بیان فرمائی:

اور جیسا کہ ہم نے تم میں ایک رسول بھیجے میں سے بھیجا جو تم کو ہماری آیتیں سناتے ہیں اور تمہارا تزکیہ نفس کرتے ہیں۔

اسی طرح سورہ جمعہ میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کی غرض و نایت بیان فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے بنی اسمعیل پر ان الفاظ میں احسان کا اظہار فرمایا:

وہ خدا ہے جس نے امیوں یعنی بنی اسمعیل میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کو اس کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں اور ان کا تزکیہ کرتے ہیں۔

اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت کا اصل مدعی اس چیز کو قرار دیا گیا: فرعون کے پاس جاؤ وہ سرکش ہو گیا ہے اور اس سے کہو کہ ہے تیرے اندر کچھ رغبت کہ تو تزکیہ حاصل کرے۔

نیز قرآن مجید اس بات پر شاہد ہے کہ آخرت میں انسان کی نجات و فلاح کا انحصار تزکیہ نفس پر ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اس نے ہی فلاح پائی جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کیا اور وہ مامراہوا جس نے اس کو معصیت میں چھپایا۔

اسی طرح دوسری جگہ فرمان خداوندی ہے:

اس نے فلاح پائی جس نے تزکیہ حاصل کیا۔

اس تزکیہ نفس کے متعلق حضور سید عالم ﷺ کا اشارہ گرامی ہے: ”خبردار! انسان کے جسم میں ایک لوتھر ہے اگر اس کی اصلاح ہو گئی تو تمام جسم کی اصلاح ہو گئی اگر وہ خراب ہو گیا تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے اور خبردار! وہ لوتھر اقلب (دل) ہے۔“

یہ حدیث پاک بتاتی ہے کہ انسان کی اصلاح دل کی پاکیزگی سے ہوتی ہے اور دل کی پاکیزگی اللہ تعالیٰ کی ہدایتوں پر اسوۂ حسنہ کی روشنی میں عمل سے ہوتی ہے اور دل کی پاکیزگی یہ ہے کہ مومن کی ہر حرکت و سکون اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف نہ ہو اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق ہو۔

عبادت کا یہی جامع مفہوم ہے کہ پوری زندگی اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں بسر کی جائے اور اصل میں عبادت کا مقصد تزکیہ نفس اور تطہیر قلب ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اے لوگو! اپنے پروردگار کی عبادت کرو جس نے تم کو پیدا کیا اور ان لوگوں کو بھی جو تم سے پہلے گزرے ہیں تاکہ تم پر ہیزگار بن جاؤ۔

مندرجہ بالا آیات مقدسہ اور احادیث سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ تزکیہ نفس جو تصوف کی اصل اور روح ہے یہی تمام دین شریعت کی نایت اور تمام انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا حقیقی مقصد ہے اور دین میں جو اہمیت اس چیز کو حاصل وہ کسی اور چیز کو میسر نہیں، دوسری چیزیں ذرائع اور وسائل کی حیثیت رکھتی ہیں اور تزکیہ نفس نایت و مقصد کی حیثیت کی حامل ہے۔

دوسرے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ تصوف کہیں یا تزکیہ نفس اس کا سرچشمہ اور منبع و مصدر کتاب اللہ اور رسالت رسول اللہ ﷺ ہے، اس کی تعلیم سے تزکیہ کا آغاز ہوتا ہے اور پھر اسی کے حقائق و وقائع اور اسرار و رموز ہیں جو نبی اکرم ﷺ کے ذریعہ اور وسیلہ سے واضح ہو کر تزکیہ کی تکمیل کرتے ہیں۔

شیخ سراج رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ”کتاب المجمع“ میں ظاہری اور باطنی علوم کے متعلق تحریر فرماتے ہیں: علم کی دو قسمیں ہیں، ظاہری اور باطنی جب تک اس (علم) کا تعلق زبان اور اعضاء سے ہوتا ہے اسے علم ظاہر سے تعبیر کرتے ہیں اور اس کا امام شریعت ہے مثلاً عبادات میں طہارت، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ یا احکام میں طلاق، فرائض اور قصاص وغیرہ۔

جب اس کا اثر ظاہر سے گزر کر قلب و باطن تک محیط ہو جاتا ہے تو اس کو علم باطن کہتے ہیں یا طریقت سے موسوم کرتے ہیں، یہاں عبادات و احکام کے بجائے مقامات و احوال کی اصطلاحات رائج ہیں مثلاً تصدیق، اخلاص، صبر، تقویٰ، توکل، محبت اور عشق وغیرہ اور اس تفریق کی سند قرآن مجید سے ملتی ہے، ارشاد ہوتا ہے:

وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعْمَةً ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً ط (لقمان)

مندرجہ ذیل حدیث شریف سے طریق تصوف کی اصل ثابت ہے، حدیث جبرائیل علیہ السلام جو بخاری اور مسلم کی روایت سے مشکوٰۃ شریف کی شروعات میں کتاب الایمان میں منقول ہے جس کے مبارک الفاظ یہ ہیں:

عن عمر الخطاب رضي الله عنه قال بينما نحن عند رسول الله ﷺ ذات يوم اذا طلع علينا شديد البياض الثياب قال اخبرني عن الاحسان قال ان تعبد الله كانك تراه فان لم تكن تراه فانه يراك (مشکوٰۃ شریف، کتاب الایمان، حدیث اول)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز ہم رسول اللہ ﷺ کے حضور میں حاضر تھے کہ ناگاہ ایک شخص مسافرانہ شکل میں بڑے سفید کپڑوں والا آیا اور اسلام کی بابت سوال کر کے یہ سوال کیا

یا حضرت! احسان کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا احسان یہ ہے کہ تو اللہ عبادت اس طرح کیا کر گویا تو اس کو دیکھ رہا ہے اور اگر تو اس کو نہیں دیکھ رہا ہے تو کم از کم یہ بات ذہن نشین رکھ کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: شریعت اور طریقت بالکل ایک ہی ہیں ایک دوسرے سے جدا نہیں، فرق صرف اجمال اور تفصیل کا ہے اور استدلال اور کشف کا ہے یعنی جو بات ظاہری علوم شرعیہ میں بالاجمال اور بالاستدلال ملتی ہے وہی طریقت میں بالتفصیل اور مشاہدہ سے نظر آتی ہے۔ (جلد اول، مکتوب ۸۴)

ایک شخص نے خواجہ خواجگان حضرت بہاؤ الدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ سیر و سلوک یعنی تصوف سے کیا مطلب ہے آپ نے ارشاد فرمایا ”اجمالی معرفت تفصیلی ہو جائے اور جو امر عقلی یا نقلی دلیل سے سمجھا جائے وہ کشفی طور سے مشاہدہ میں آجائے“۔ ایک دوسرے مقام پر موصوف نے فرمایا درمیان علماء اور صوفیہ کے اتنا ہی فرق ہے کہ علماء استدلال اور علما جانتے ہیں اور صوفیہ کشف اور ذوقاً لیتے ہیں۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”ہمارا سار طریقہ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کا پابند ہے جو شخص کام الہی کا حافظ اور احادیث رسول ﷺ کا عالم نہیں اس کی تقلید طریقت کے باب میں درست نہیں چونکہ ہمارے اس سارے علم سلوک کا ماخذ قرآن و حدیث ہیں۔“

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ”عوارف المعارف“ میں فرماتے ہیں: ”تصوف نام ہے قولاً و فعلاً ہر حیثیت سے اتباع رسول ﷺ کا اور اس پر مداومت سے جب اہل تصوف کی نفوس مقدس ہو جاتے ہیں، حجابات اٹھ جاتے ہیں اور ہر شے میں اتباع رسول ﷺ ہونے لگتا ہے تو حق تعالیٰ ان سے محبت کرنے لگتا ہے۔“

حضرت شیخ علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”صوفی وہ ہے جو اپنے نفس سے فانی ہو کر حق میں زندہ اور باقی ہو اور مادیت سے گزر کر حقیقت تک رسائی حاصل کر چکا ہو۔“ حضرت حاتم اہم رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ کو خواہشات پیدا نہیں

ہوتیں، آپ نے فرمایا کہ میری سب سے بڑی خواہش یہ رہتی کہ رات ہونے تک دن خیر سے گزر جائے، لوگوں نے کہا کہ دن تو خیریت سے گزرتے ہی رہتے ہیں ارشاد ہوا کہ ”میں خیریت اسے کہتا ہوں کہ اس روز معاصی کا ارتکاب نہ ہو۔“

شریعت کی تعلیم کے ساتھ تزکیہ نفس (سلوک و معرفت) کی تعلیم بھی نہایت ضروری اور لازمی ہے، اسی بنا پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے تزکیہ نفس کی تعلیم کا خاص طور پر انتظام فرمایا چنانچہ مسجد نبوی سے متصل ایک وسیع والاں اس کام کے لئے مخصوص فرمایا گیا اور چند وہ لوگ منتخب کئے گئے جن میں طلب صادق کے ساتھ ذوق بھی تھا اور یہ جماعت درج قرآن کے ساتھ اصلاح باطن میں مصروف رہی، جو لوگ قرآن مجید کے مفہوم و معانی کو حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سمجھ لیتے اور کتاب اللہ کے مطالب و حقائق سے آگاہ ہو جاتے اور مجاہدات و ریاضت کے مراحل کو طے کر تعلیمات اسلامی کا کام نمونہ بن جاتے وہ اصحاب صفہ کہلاتے تھے۔

زمانہ باسعادت میں چار سو اصحاب صفہ نے فراغت حاصل کی ان میں اکثر کی میزبانی خود حضور اکرم ﷺ فرمایا کرتے تھے اور بعض اصحاب ثروت و استطاعت بھی ان کی ضیافت کیا کرتے تھے۔

انہیں اصحاب صفہ میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے سپرد یہ کام تھا کہ جو امداد ان لوگوں کے لئے آتی اس کی حفاظت اور تقسیم کا انتظام فرماتے۔ اصحاب صفہ کی زندگی عبادت، تعلیم قرآن و حدیث، اور آنحضرت ﷺ سے تربیت حاصل کرنے کے لئے وقف تھی، ان کا سرمایہ حیات صبر و تحمل، عزت نفس، ریاضت و مجاہدہ اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر نفاذ ہو جانا تھا، اس خوش قسمتی کا کیا کہنا کہ اپنا بہت زیادہ وقت اس نور مجسم ﷺ کے صحبت میں گزارتے تھے۔

امام ابو بکر ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ انہیں اصحاب صفہ کے متعلق فرماتے ہیں ”یہ لوگ بظاہر اجسام ہیں مگر روحانی ہیں، زمین پر ہیں مگر آسمانی ہیں، یہ مخلوق کے ساتھ ہوتے ہوئے بھی ربانی ہیں، خاموش ہیں مگر سب کچھ دیکھتے ہیں، غائب ہیں مگر بارگاہ رب العزت میں حاضر ہیں، ان کے باطن صاف ہیں، صاحب صفات ہیں، صوفی ہیں، لوری ہیں، برگزیدہ اور

مخلوق میں اللہ کی امانت ہیں، یہی لوگ نبی مکرم ﷺ کی زندگی میں ان کے اہل صفہ تھے اور آپ کے وصال کے بعد آپ کی امت کے بہترین لوگ۔“

اکثر اہل صفہ اون کا لباس پہنتے تھے اس لئے بعض محققین کا خیال ہے کہ صوف کی طرف نسبت سے ان کو صوفیہ کہا گیا، پھر جس نے بھی اصحاب صفہ کی روش اختیار کی اس کو صوفی کہا جانے لگا، تصوف کے علم و عمل کو اس لئے اختیار کیا گیا کہ اس سے نفس میں تزکیہ اور قلب میں بے پناہ ہوتی ہے اور اخلاق عالیہ حمیدہ مثلاً ارادہ و نیت، اخلاص، اُفس، تبلیغ، تفکر، تقویٰ، تقویٰ، تواضع، تواضع، تو حید، توکل، خشوع، خوف، وعاء، رجا، رضا، زہد، شکر، شوق، صبر، صدق اور محبت کی حقیقتوں سے آگاہی اور اخلاق ذمیرہ مثلاً آفاتِ لسان، کذب، غیبت، اسراف، بخل، بغض، تکبر، کُپ جاہ، کُپ دنیا، حرص، حسد، ریا، شہوت، عُجب اور غضب سے نجات حاصل ہوتی ہے اور یہ مقاصد نہ تو صرف نفسیہ و حدیث پر ہنسنے سے حاصل ہوتے ہیں اور نہ ہی طور پر اوامر و نواہی کی پابندی سے میسر آ سکتے ہیں، یہ مقصد کسی شیخ کامل کی صحبت اور اس کی رشد و ہدایت ہی سے حاصل ہوتا ہے جب ایک سالک تمام آداب سلوک کا عملی طور پر پابند ہو کر مجاہدہ اور ریاضت میں اپنی عمر کا ایک بڑا حصہ صرف کرتا ہے تو شیخ طریقت کے فیضان سے اس کا دل مرگن ہو جاتا ہے اور اسرار غیب اُس پر منکشف ہوتے اور زبان حقائق علیہ کی ترجمانی کرتی ہے۔

صاحب کتاب التلویح لکھتے ہیں کہ قرآن مجید کے الفاظ، مقربوں، صادقین، متوکلین، مخلصین، سارین الی الخیرات، اولیاء اہل ارادہ و شہادین سے صوفیہ ہی مراد ہیں اور اہل طریقت کی حقانیت پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت خضر علیہ السلام سے یوں مستند ہونا:

هَلْ أَتَبِعُكَ عَلَى أَنْ تُعَلِّمَنِي مِمَّا عَلَّمْتَ رُسُلًا (پارہ ۱۵، سورۃ الکہف)

ترجمہ: آیا میں آپ کی پیروی کروں اس شرط پر کہ آپ اپنے خدا و اہل علم سے مجھے اصلاح و تقویٰ کی تعلیم دیں۔

یہ کسی دنیاوی غرض پر مبنی نہ تھا لہذا جس طرح علم شریعت کا حاصل کرنا فرض ہے اس طرح

طرح علم حقیقت و معرفت کا حاصل کرنے بھی فرض ہے۔

صوفیاء، اولیاء اللہ، ابدال و اقطاب کا وجود موجب برکات اور وسیلہ نجات از عذاب ہو نامندرجہ ذیل حدیث پاک سے ثابت ہے:

عن شریح بن عبید رضی اللہ عنہ قال ذکر اهل الشام عنہ
علی رضی اللہ عنہ و قيل العنیم امیر المؤمنین قال لا انی
سمعت رسول اللہ ﷺ یقول الا بادل یکونون بالشام و هم
اربعون رجلاً کلمات رجل ابدال اللہ مکانہ رجلاً یسقی
بهم الغیب و ینتصر بهم علی الاعلاء و یصرف من اهل الشام
بهم العذاب (رواہ احمد و مشکوٰۃ شریف، صفحہ ۵۷۵)

یعنی، حضرت شریح بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کہ حضرت علی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روپر و اہل شام کا ذکر آیا، کسی نے کہا اے امیر
المؤمنین! ان پر لعنت فرمائیے، فرمایا: نہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ سے
سنا ہے، فرماتے تھے کہ ابدال (جو ایک قسم ہے اولیاء اللہ کی) شام میں
رہتے ہیں اور ان کی تعداد چالیس ہیں جب کوئی شخص ان میں سے وفات
پا جاتا ہے تو اس کی جگہ دوسرا شخص بدل دیا جاتا ہے، فرمایا ان کی برکت
سے بارش ہوتی ہے اور ان کی برکت سے اعداء پر غلبہ ہوتا ہے اور ان کی
برکت سے اہل شام سے عذاب ہٹ جاتا ہے۔

اس حدیث شریف کی تفصیل و توضیح میں مطلع النوار، طبع اسرار، ترجمان حقیقت، جامع
شریعت و طریقت، مرور جملہ اقطاب محرم جمع ابواب حضرت شیخ علی جویری رحمۃ اللہ علیہ
المعروف بہ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پاک ہستیوں کو اپنی
دوستی اور ولایت کے لئے مخصوص کر لیا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ملک کے والی بنائے گئے ہیں
اور ان کو اپنے افعال و قوت کا مظاہر بنایا ہے اور انواع و اقسام کی کرامتیں ان کی ذات کے
ساتھ مخصوص ہیں اور آفات طبع و ہوئی سے ان کو پاک کر دیا ہے اور نفس کی پیروی سے انہیں

آزاد کر دیا ہے، ان کی ہمت اور ارادے سوائے معیت قوس الہی کے ظہور میں نہیں آتے،
اور ان کے اہل و عیال کا رابطہ سوائے اس فعالی مطلق کے کسی کے ساتھ نہیں۔

وہ فرامین معظمی علیہ الخیۃ و الامناء کے ساتھ ایسے مجروح ہیں کہ متابعت نفس کی راہ ان پر
مسدود ہے حتیٰ کہ یہ بارانی رحمت جو آسمان سے مازل ہوتی ہے وہ ان کے دم قدم کے صدقہ
سے ہے اور زمین سے جو سبزہ آگ رہا ہے وہ ان کی صفاء حال کی برکت سے آگ رہا ہے
اور کافر پر مومن کا غلبہ انہیں کی ہمت سے حاصل ہے۔

اور اس قسم کے اولیاء کرام چار ہزار کی تعداد میں لوگوں سے مختم و مخفی ہیں اور ایسے مخفی
ہیں کہ ایک دوسرے کو نہیں پہچانتے اور خود وہ اپنے جمال و حال سے بے خبر ہیں اور اپنے
تمام احوال میں اپنے سے اور مخلوق سے مستور ہیں اور اس دعوے کے ثبوت میں احادیث
بھی وارد ہیں اور اب سے قیامت تک رہیں گے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت
مرحومہ کو یہ شرف عطا فرمایا ہے اور اس امت کی شرافت کو تمام امتوں پر فائق کر کے یہ وعدہ
فرمایا ہے کہ میں شریعت مطہرہ محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی نگرانی رکھوں گا۔

تو جب براہین حدیث اور عقلی حجتیں آج تک موجود ہیں اور علماء میں وہ عام طور پر
شائع ہیں تو یہ بھی ضروری ہے کہ براہین میں بھی موجود ہوں تو اولیاء کرام ہیں اور خاصاً ان
بارگاہ میں مخصوص ہوتے ہیں۔

لیکن ان چار ہزار اولیاء کرام میں جو ارباب حل و عقد ہیں وہ تین سو نفوس قدسی ہیں
جنہیں اصطلاح تصوف میں اختیار کہتے ہیں اور چالیس ہستیاں ہیں جنہیں ابدال کہتے ہیں
اور سات وہ ہیں جنہیں اہل ارکات کہتے ہیں چار وہ ہیں جنہیں اوتاد کہتے ہیں، تین وہ ہیں جنہیں
نقیب کہتے ہیں، ایک وہ ہے جو قطب کہلاتا ہے، اور اسے غوث بھی کہتے ہیں اور یہ تمام ایک
دوسرے کو جانتے اور پہچانتے ہیں اور نظام معاملات و امور تعارف میں ایک دوسرے کے
اذن و اجازت کے محتاج ہیں اور اس پر احادیث مطلق ہیں اور ارباب حقیقت اس بات کی
صحت پر متفق ہیں۔ (کشف المحجوب، چودھواں باب، اثبات ولایت، صفحہ ۳۹۲، مطبع اسلامک بک
فائڈیشن ۲۳۹، این، من آباد، لاہور، مترجم: سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

قیوم اول حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی سرہندی قدس سرہ العزیز نے فرمایا: ”اولیاء

اللہ کے منصب یہ ہیں: اول قطب الاقطاب، دوسرے درجے ہر فرد، تیسرے درجہ پر غوث اور پھر قطب مدار لیکن غوث اور قطب مدار کو ایک ہی جانتے ہیں، چار اونٹ ہیں، چالیس ابدال، ان کے بعد نجباء، نقباء، شرفاء اور رجال الغیب کا درجہ ہے۔ (روح المعانی، مولد حضرت خواجہ محمد احسان مجددی سرہندی، صفحہ ۶۹، مکتبہ نبویہ، لاہور)

اس کے علاوہ مندرجہ ذیل حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندوں یعنی اولیاء اللہ کی شان و عظمت، ان کی رفعت و علوم مرتبت بڑے واضح طور پر بیان فرمائی ہے ”فرمایا میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میری طرف ہمیشہ نزدیک کی حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اُسے اپنے محبوب بندہ لیتا ہوں اور جب میں اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور میں اس کی آنکھیں ہو جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے اور میں اس کے ہاتھ ہو جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے اور میں اس کے پاؤں ہو جاتا ہوں جن سے چلتا ہے، اس طرح بندہ سفات البیہ کا مظہر بن جاتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے متما ہے، اس کے نور بصر سے دیکھتا ہے، اُسی کے نور قدرت سے تعریف کرتا ہے اور مظہر نور خدا ہو جاتا ہے اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ وہ خدا ہو جاتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے صفات نوری کا پرتو اور مظہر ہو کر کمال بندگی کے اس مقام پر فائز ہوتا ہے جس کے لئے اس کی تخلیق ہوئی ہے، بندہ اپنی امانیت کو اپنے رب کی بارگاہ میں ریاضت و مجاہدہ کے ذریعہ فنا کر دیتا ہے اور صفات البیہ سے منور ہو کر مظہر صفات ہو جاتا ہے۔

باقی تصرفات مکتوبہ اور کرامات اولیاء قرآن مجید میں مندرجہ ذیل واقعہ ”محبت بلقیس“ میں مذکور ہیں، ارشاد ربانی ہے:

قَالَ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَيُّكُمْ يَأْتِينِي بِعَرْشِهَا قَبْلَ أَنْ يَأْتُونِي مُسْلِمِينَ
(پ ۱۹، سورہ نمل)

ترجمہ: حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا اے درباریو! تم میں کون ہے کہ وہ اس کا تخت میرے پاس لے آئے قبل اس کے کہ وہ میرے حضور مطیع ہو کر حاضر ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ملکہ بلقیس کا تخت سونے کا بنا ہوا تھا اس کے پائے جو ابرات کے تھے اور تمیں مربع گز لمبا اور چوڑا تھا اور اس قدر اس کی اونچائی تھی اور یمن سے اس جگہ تک کی مسافت جہاں تخت رکھا ہوا تھا سولہ سو میل سے زیادہ تھی۔ سیدنا وس..... حضور غوث اعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی تصنیف مبارک غیۃ الطالبین میں اس واقعہ کی تشریح، تفسیر اور تفصیل اس طرح بیان فرمائی ہے۔ (غیۃ الطالبین (حرلی)، صفحہ ۹۴، مطبوعہ مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور)

حضرت سلیمان علیہ السلام نے امل ملک کو جمع کیا اور ان سے فرمایا کہ تمہاری جماعت میں کون ایسا شخص ہے جو بلقیس کا تخت قبل اس کے کہ وہ مع اپنی جامع کے میرے پاس آکر داخل اسلام ہو، یہاں لے آئے چونکہ صلح کے بعد مجھ کو اس کا تخت لینا حلال نہیں، ایک غیبیٹ جن نے جس کا نام عمرو اور وہ دوسرے جنوں سے زیادہ سخت تھا، عرض کیا کہ قبل اس کے کہ آپ اپنے مقام عدل و انصاف سے انھیں اور معمولاً یہ وقت دوپہر تک ہوتا تھا اور کہا کہ میں اس تخت کو لانے کی طاقت رکھتا ہوں اور امانت دار بھی ہوں یعنی اس تخت کو معہ جو ابرات کے جو اس میں جڑے ہوئے ہیں با حلیط اور بغیر خیانت کے اسی طرح آپ کے پاس پہنچا دوں گا اور کہا کہ مجھ میں یہ طاقت ہے کہ جہاں تک میری نظر کام کر سکتی ہے وہاں تک میرا ایک قدم پہنچتا ہے پس میں تخت کو آپ کے پاس لے آتا ہوں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ تجھ سے بھی تیز اور جلد باز شخص میں تخت کے لانے کے واسطے چاہتا ہوں پھر ایک دوسرے شخص نے جو اسم اعظم جانتا تھا (اور اسم اعظم خداوند تعالیٰ کے یہ دو نام ہیں ”یا حی یا قیوم“) عرض کیا کہ میں اپنے پروردگار کی بارگاہ میں دعا کرتا ہوں اور پھر قصد کرتا ہوں اور خدا کی کتاب میں دیکھتا ہوں پس میں اس تخت کو قبل اس کے کہ آپ کے پاس لے آؤں گا کہ آپ کی نظر آپ کی طرف پھرے، اور اس شخص کا نام آصف بن برخیا بن شعبا تھا اور اس کی ماں کا نام باطورا تھا اور وہ بنی اسرائیل کی قوم سے ہے اور وہ اسم اعظم جانتا تھا اور وہ جو اس نے کہا کہ قبل اس کے کہ آپ کی نظر آپ کی طرف لوٹے اس سے مراد یہ ہے کہ آپ کی پلک جھپکنے سے پہلے میں تخت کو آپ کے پاس لے آؤں گا، سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ اگر تو نے یہ کام کیا تو کامیاب ہو جائے گا۔

آصف کھڑا ہوا، وضو کیا، سجدہ کیا اور اسم اعظم پڑھ پڑھ کر دعا مانگتا تھا اور یا حی یا قیوم کہتا جاتا تھا، حضرت مولائے کائنات رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نام جس کے پڑھنے سے دعا قبول ہوتی ہے اور جس کے وسیلے سے مراد حاصل ہوتی ہے ”یا ذا الجلال والاكرام“ ہے۔

راوی کہتا ہے کہ بلقیس کا تخت زمین کے نیچے پوشیدہ ہوا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی کرسی کے نزدیک ظاہر ہوا جس پر حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے پاؤں بڑی کرسی پر بیٹھ کر رکھا کرتے تھے۔

نوٹ: مندرجہ بالا مضمون سے پیشتر حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیان میں فرمایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے دوسرا نام بلقیس کو لکھا اور ہند ہند کو دیا اور فرمایا کہ یہ نام بلقیس کو دو اور کہہ دو کہ ہم ایسے جبار لشکر سے ان پر چڑھائی کریں گے کہ وہ ہرگز ہم سے مقابلہ کی تاب و طاقت نہ رکھیں گے اور ان کو ان کے شہر سے نکال دیں گے اور ان کو ذلیل و خوار کریں گے اور وہ ہمیشہ ذلیل و خوار رہیں گے، جب ہند ہند نے دوسری مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا نام بلقیس کو پہنچایا اس نے پڑھا اور قاصد بھی واپس آئے اور انہوں نے جو کچھ دیکھا تھا، بیان کیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کو جواب دیا تھا وہ بھی عرض کیا، بلقیس نے اپنی قوم سے کہا کہ معاملہ آسانی ہے اس کی مخالفت کرنا اچھا نہیں اور ہم اس کے مقابلے کی طاقت نہیں رکھتے، اس کے بعد بلقیس اپنے تخت کی طرف آئی اور اپنے تخت کو سات گھروں کے پیچھے چھپوایا اور اس کی نگہبانی کے لئے پاسبان مقرر کئے۔ اور خود حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف روانہ ہوئی۔

آگے چل کر حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں (غیوہ اللالیں، صفحہ ۱۹۷) ”حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس سے پوچھا کہ تمہارا تخت ایسا ہی ہے جیسا کہ یہ رکھا ہے بلقیس نے اس کی طرف دیکھا کچھ پہچانتی کچھ نہ پہچانتی اور اپنے دل میں سوچتی کہ یہ وہ تخت یہاں کہاں سے آگیا وہ تو سات گھروں کے عقب میں پوشیدہ ہے۔ اور نگہبان و پاسبان اس پر متعین ہیں، آخر کار اس نے پہچان لیا اور کہا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ تخت وہی ہے۔“

اس واقعہ کو بیان کرنے کا اور وہ بھی حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تشریح و تفسیر

کی روشنی میں مقصد اور مدعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ولی کو اللہ نے یہ طاقت اور قوت عطا فرمائی ہے کہ وہ تخت جو اس قدر حفاظت اور پہروں میں رکھا گیا تھا آصف بن برخیا نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی پلک جھپکنے سے پہلے لاکر پیش کر دیا۔

یہ تو واقعہ ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کے اولیاء کرام کا اور سید الانبیاء حضور ﷺ جو سراج بنیبرائیں ہیں، منبع والہیت اور سرچشمہ معرفت ہیں، ان کی امت کے اولیاء کا کیا مرتبہ اور مقام ہوگا۔

تصوف اور معرفت ایسا بحر ذخرا اور بے پایاں سمندر ہے جس کا کوئی حد و حساب نہیں ہے اگر دفتر کے دفتر اس موضوع پر لکھے جائیں تو بھی یہ مضمون تھنہ تکمیل رہے گا، پس مختصر یہ ہے کہ اوامر و نواہی کا پابند ہونا شریعت ہے اور اوامر و نواہی کی روشنی میں ضمیر کی صفائی، اخلاق کی تطہیر اور نفس کے تزکیہ کا نام طریقت ہے اور ماسویٰ اللہ تعالیٰ سے منقطع ہو کر روح میں تجلی پیدا کرنا حقیقت ہے، اس طرح شریعت سے طریقت اور طریقت سے حقیقت حاصل ہوتی ہے۔

از طاعت الہی دیدم جمال احمد ﷺ
وز کعبت مصطفائی دریا نعم خدا را
دینا خب لنا من لدنک رَحْمَةً وَهَيَّءْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا
مرتبہ

حکیم سید امین الدین احمد قادری جہانگیری خوشحالی

مؤلف

تذکرہ سبلی جویری رحمۃ اللہ علیہ تذکرہ صوفیہ نقشبند چمہ اللہ تذکرہ منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ

اولیاء اللہ کی شان و عظمت

اولیاء اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کے دوستوں کی عظمت و رفعت اور ان کی شان و شوکت خود خداوند قدوس جل وعلیٰ نے اپنے کلام مقدس میں اس طرح بیان فرمائی ہے:

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ○ الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ○ لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ط لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ط ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ

ترجمہ: سن لو! بے شک اللہ کریم کے ولیوں کو نہ کچھ خوف ہے نہ غم، یہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور متقی ہیں، ان کے لئے خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں، اللہ تعالیٰ کے کلمات بدل نہیں ہو سکتے، یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

جس مضمون کے منکرین موجود ہوں اس کو قرآن مجید میں تاکید حروف سے شروع کیا جاتا ہے، مثلاً آلا اور ان ہے، جس درجہ کا انکار ہو اسی درجہ کی تاکید کی جاتی ہے یہ مضمون بھی اپنے مضمون کے اعتبار سے بہت اہم ہے، چونکہ کوئی فرق اولیاء اللہ کی ذات کا منکر ہے، کوئی ان کی صفات عالیہ کا، کوئی ان کی کرامات کا، اور کوئی ان کے فیوض و برکات کا، تو کوئی ان کے علوم کا انکار ہی ہے، اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کو آلا اور ان دوہری تاکید سے شروع فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی اس نورانی اور روحانی جماعت کو اولیاء اللہ کے پیارے لقب سے نوازا ہے اور پھر اسی مقدس جماعت کو بھی صالحین کا خطاب دیتا ہے کبھی متقین کا، کبھی مخلصین کا اور کبھی عباد الرحمن کا اور کہیں حزب اللہ کا، لقب عطا فرماتا ہے جیسا کہ مختلف مقامات پر فرمایا ہے:

وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِينَ وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ وَهُوَ يَتَوَلَّى

الصَّالِحِينَ

قرآن پاک میں جا بجا ان خطابات سے اولیاء اللہ کا یہی گروہ مراد ہے اور سورۃ انفال

آیت ۳۴ میں بالکل واضح طور پر فرمادیا ہے:

إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ إِلَّا الْمُتَّقُونَ

ترجمہ: یہ متقین ہی اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں۔

اب اس گروہ کی شان و عظمت باری تعالیٰ پارہ ۲۵ سورۃ زخرف میں یوں بیان فرماتا ہے:

الْأَخْلَاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ

یعنی، قیامت کے دن میدان حشر کی محبت و بیولنا کی سے گھبرا کر جب مخلوق خدا ایک دوسرے کا ساتھ چھوڑ دے گی، جب کوئی کسی دوست کے کام نہیں آئے گا، باپ اپنے بیٹے سے، بیٹا اپنا باپ سے بھاگ جائے گا، بھائی کو بھائی جواب دے دے گا اور جب تمام رشتے ٹوٹ جائیں گے تو یہی اولیاء اللہ اور متقین قیامت کے دن بے سہاروں کا سہارا بن کر، بے چاروں کا چارہ بن کر، دکھیوں کے دستگیر بن کر، گنہگاروں کی شفاعت، بے یاروں اور بے مددگاروں کی امداد کریں گے۔ (مشکوٰۃ شریف، صفحہ ۴۹۴، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی، ادب منزل پاکستان چمک، کراچی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ قیامت کے دن حساب و کتاب کے بعد جب خداوند تعالیٰ مخلوق کے حق میں آخری فیصلہ فرما دے گا اور جنتیوں اور دوزخیوں کی پشت پر مہر لگا دی جائے گی تو فرشتوں کو حکم فرمائے گا کہ پہلے جنتیوں کو جنت میں لے جاؤ چنانچہ جنتی انتہائی خوشی اور مسرت کے ساتھ جنت میں چلے جائیں گے اور دوزخی حسرت و یاس کے دریا اور شرمندگی اور رسوائی کے سمندر میں ڈوبے ہوئے ان کو دیکھتے ہوں گے اور پھر جب اولیاء اللہ کی صف دوزخیوں کے پاس سے گزرے گی تو ایک دوزخی جس کی پشت پر دوزخیوں کی مہر لگی ہوگی دوزکر اللہ کے ایک ولی کے پاؤں پکڑ لے گا اور عرض کرے گا اِنَّا نَعْرِفُكَ يَا رَبِّكَ کیا آپ مجھے نہیں پہچانتے اور پھر خود ہی کہے گا اِنَّا الَّذِي سَقَيْتُكَ مَشْرَبَةً میں وہی ہوں جس نے آپ کو ایک دلع پانی پلایا تھا، وَ قَالَ بَعْضُهُمْ اِنَّا الَّذِي وَهَبْتُ لَكَ وَطْءًا اور کوئی کسی ولی سے کہے گا کہ میں وہی ہوں جس نے آپ کو ایک دلع دھو کر لیا تھا، فَيَسْتَفْعِلُ لَهُ فَيُدْخِلُهُ الْجَنَّةَ یعنی وہ

اللہ کے ولی و وزیوں کی شفاعت کریں گے اور وہ اولیاء کرام کی شفاعت اور مدد کے صدقے جنت میں داخل ہو جائیں گے، خداوند تعالیٰ کا غضب، رحمت میں تبدیل ہو جائے گا، ان کی مشکل آسان ہو جائے گی، ان کے دکھ دور ہو جائیں گے، ان کی بگڑی بن جائے گی، نیز اس حدیث شریف سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ اولیاء اللہ کے ساتھ کی گئی تھوڑی سے خدمت بھی ضائع نہیں جائے گی ایک نے پانی پلایا تھا اور دوسرے نے صرف پتھر کرایا تھا۔ (مشکوٰۃ شریف، صفحہ ۲۰۳، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی، ادب منزل، کراچی)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص نے ننانوے قتل کئے پھر وہ توبہ کرنے کے ارادہ سے گھر سے چلا، اس نے ایک راہب سے پوچھا کہ میں نے ننانوے قتل کئے ہیں اور اگر اب میں توبہ کروں تو کیا خداوند تعالیٰ میری توبہ قبول کر لے گا؟ اس نے کہا نہیں تو اس نے اس راہب کو بھی قتل کر دیا اور آگے جا کر کسی اور شخص سے پوچھا اور حدیث شریف کے الفاظ یوں ہیں:

ثُمَّ سَأَلَ أَعْلَمَ أَهْلِ الْأَرْضِ

یعنی، اس نے روئے زمین کے سب سے بڑے عالم سے دریافت کیا۔

تو انہوں نے جواب دیا:

فَأَنْطَلِقُ إِلَى أَرْضٍ كَذَا وَكَذَا فَإِنْ بَهِتَ أَنْفَاسٌ يُعْلَمُونَ اللَّهَ

یعنی، فلاں بستی میں چلے جاؤ وہاں کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے ہیں یعنی اولیاء اللہ رہتے ہیں۔

اور جب وہ اللہ تعالیٰ کے ولیوں کی طرف جا رہا تھا تو راستہ میں اس کا انتقال ہو گیا:

فَاخْتَصَمَتْ فِيهِ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ وَمَلَائِكَةُ الْعَذَابِ

یعنی، رحمت اور عذاب کے فرشتے آپس میں جھگڑنے لگے۔

عذاب کے فرشتے کہتے تھے کہ یہ سو آدمیوں کا قاتل ہے اس لئے یہ جہنمی ہے اور رحمت کے فرشتے کہتے تھے کہ اب یہ اللہ تعالیٰ کے ولیوں کی طرف توبہ کرنے جا رہا تھا اس لئے جنتی ہے، تب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ جاؤ یہ گنہگار جہاں سے چلا ہے وہاں سے

لے کر جہاں اس نے جا رہا تھا وہاں تک کا فاصلہ پاپ لو اگر اگلا حصہ کم ہے تو یہ جنتی ہے اور اگر پچھلا حصہ کم ہے تو یہ دوزخی ہے جب فرشتے وہ فاصلہ اپنے لگے:

فَأَوْخَى اللَّهُ الْأَرْضَ إِلَى هَذِهِ أَنْ تَقْرُبِي

یعنی، خداوند تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا کہ آگے سے سمت جا۔

پس وہ زمین آگے سے سمت گئی اور فاصلہ کم ہو گیا یا وہ بستی قریب ہو گئی، فَعَفِرَ لَهُ پس خدا کی رحمت اور بخشش کا دریا جوش میں آ گیا اور سوانسوں کے قاتل کو بخش دیا۔

اب غور کرنے کی بات یہ ہے کہ ایک سوانسوں کا قاتل ابھی اللہ کریم کے ولیوں کے پاس پہنچا بھی نہیں تھا بلکہ ابھی اس بستی کی طرف جا رہا تھا جس میں اولیاء اللہ رہتے ہیں تو خداوند تعالیٰ نے اس قاتل گنہگار کو بخش دیا، صرف اس لئے کہ توبہ کرنے میرے دوستوں کی طرف جا رہا ہے۔

اور ایسا کیوں نہ ہو جب کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ

یعنی، بے شک اللہ تعالیٰ اولیاء اللہ کو محبوب رکھتا ہے ان سے محبت کرتا ہے (ان اولیاء اللہ الْمُتَّقِينَ، یعنی یہ اولیاء اللہ متقین ہی ہیں) اور جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی مقبول بند سے محبت کرتا ہے تو پھر ساری کائنات اس سے محبت کرنے لگتی ہے اور وہ ساری مخلوق کا محبوب بن جاتا ہے جیسا کہ سید المرسلین ﷺ نے فرمایا۔ (مشکوٰۃ شریف، صفحہ ۲۲۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

إِنَّ اللَّهَ إِذَا أَحَبَّ عَبْدًا دَعَا جِبْرَائِيلَ فَقَالَ إِنِّي أَحِبُّ فَلَانًا فَاجِبُهُ

قَالَ فِجْبُهُ جِبْرَائِيلُ ثُمَّ يُنَادِي فِي السَّمَاءِ فَيَقُولُ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ

فَلَانًا فَاجِبُوهُ فِجْبُهُ أَهْلُ السَّمَاءِ ثُمَّ يُوضَعُ لَهُ الْقُبُورُ فِي الْأَرْضِ

یعنی، اللہ کریم جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبرائیل علیہ السلام کو

بلا کر کہتا ہے کہ میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس بندے

سے محبت کرو، نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا پھر جبرائیل علیہ

السلام بھی اس بندہ سے محبت کرنے لگتے ہیں، بعد ازاں آسمانوں میں منادی کرا دی جاتی ہے کہ اے آسمان والو! خداوند تعالیٰ فلاں بندہ سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو، پس آسمانوں کے تمام فرشتے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ زمین والوں کے دلوں میں بھی اپنے مقبول اور محبوب بندہ کی محبت پیدا فرمادیتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مقبولانِ الہی کے آستانوں پر مخلوق خدا کا ہجوم رہتا ہے، ان کے دروازوں پر حاجت مندوں کا میلہ لگا رہتا ہے اور ان دلق پوشوں کی بارگاہوں پر بادشاہانِ وقت کا سنگدانی لئے پھرتے ہیں اور ان کی چوکھٹوں پر تاجداروں کی جبین نیاز جھکتی ہے اور ان کے ہشتمہ روحانیت سے اپنی پیاس بجھانے کے لئے تشنگانِ معرفت کا ہجوم رہتا ہے، اور ان کے میخانہ عرفان سے شرابِ عشق و مستی پینے والوں کا میلہ لگا رہتا ہے اور ان کے چراغِ رشد و ہدایت سے حق و صداقت کی راہ کے متلاشی پر والوں کا اثر و بام رہتا ہے اور ان اولیاء اللہ کی عظمت و رفعت اور جلال و جمال روزِ محشر ویدنی ہوگا:

عن عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ لَا نَاسًا مَا هُمْ بِاَنْبِيَاءَ وَ الشُّهَدَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِمَكَانِهِمْ مِنَ اللّٰهِ قَالُوا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ تُخْبِرُنَا مَنْ هُمْ؟ قَالَ هُمْ قَوْمٌ تَحَابُّوا بِرُوحِ اللّٰهِ عَلٰى غَيْرِ اَرْحَامٍ بَيْنَهُمْ وَلَا اَمْوَالٍ وَ سَعَاظُوْنَهَا فَرَّ اللّٰهُ اِنْ وُجُوْهُهُمْ لَتُوْرٌ وَ اَنْهُمْ لَعَلٰى نُوْرٍ لَا يَخَافُوْنَ اِذَا حُزِنَ النَّاسُ وَ قَرَأْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ ”لَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ“

یعنی، حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ایسے لوگ بھی ہیں جو نہ انبیاء ہیں نہ شہداء ہیں لیکن بارگاہِ خداوندی میں قیامت کے روز ان کے مقام و عظمت کو دیکھ کر لوگ ان پر شک کریں گے، دریا فت کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم کو خبر دیجئے کہ وہ کون

لوگ ہیں؟ فرمایا وہ ایسے لوگ ہوں گے جو رشتوں اور مالی لین دین کی بجائے محض رضائے الہی کے لئے آپس میں محبت رکھیں گے، فرمایا خدا کی قسم ان کے چہرے نورانی ہوں گے اور وہ نور کے تختوں پر جلوہ افروز ہوں گے، جب لوگ خوفزدہ ہوں گے تو ان کو کوئی خوف نہیں ہوگا اور جب لوگ غمگین ہوں گے تو وہ غمزدہ نہیں ہوں گے اس کے بعد آپ نے یہ آیتِ مقدسہ تلاوت فرمائی: ”لَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ“

رسول اللہ ﷺ نے قیامت کے دن اولیاء اللہ کی عظمت و رفعت و نورانیت کے تختوں پر جلوہ افروز ہونے کا نقش اس حدیث شریف میں بیان فرمادیا ہے۔

مزید برآں اولیاء اللہ کے اختیارات اور تصرفات اور اس کی وجہ احادیثِ پاک کی روشنی میں واضح دلیل کے ساتھ بیان کی جا رہی ہے، حدیثِ قدسی ہے ارشاد ہوتا ہے:

مَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ اِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى اُحِبُّهُ ﷺ فَكُنْتُ مَسْمُوعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَ بَصَرُهُ الَّذِي يَبْصُرُ بِهِ وَ يَدُهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا وَ رِجْلُهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا

یعنی، جب بندہ نوافل کے ذریعے مجھ سے قرب حاصل کر لیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو اپنا محبوب بنا لیتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو اس کی قوتِ سامعہ بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔

اب اندازہ فرمائیے کہ جب بندہ خدائی صفات کا مظہر ہو جائے اور جس کے ہاتھ پاؤں، آنکھ اور کان کو خدائی قدرت مل جائے تو اس کی طاقت کا کوئی ٹھکانہ نہیں، اس کی قوت کا کوئی اندازہ نہیں کیا جاسکتا، چونکہ خدائی قدرت و طاقت کی کوئی انتہا ہے ہی نہیں اور امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمانے کے مطابق جب اولیاء اللہ کا دیکھنا خدائی آنکھ سے

دیکھنا ہے تو پھر اس کے دیکھنے کی بھی کوئی حد نہیں ہے وہ اپنے مصلے پر بیٹھ کر ساری کائنات کو دیکھ سکتا ہے اسی لئے تو عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لوح محفوظ است پیش اولیاء

یعنی، لوح محفوظ بھی اولیاء اللہ کے سامنے ہوتی ہے۔

اور مردِ کامل جب خدا کے کانوں سے سنتا ہے تو پھر اس کے سننے کی بھی کوئی حد نہیں ہو گی، وہ اپنے حجرے میں بیٹھ کر شرق و مغرب کی آوازیں سن سکتا ہے اور اپنے مریدوں کی فریادیں سن سکتا ہے جہاں کہیں بھی وہ ہوں، اور جب اس کا ہاتھ خدائی صفات کا مظہر ہو گا تو پھر اس کی دشگیری بھی خدا کی دشگیری ہو گی چونکہ اس کے ہاتھ خدا کے ہاتھ ہیں، علامہ اقبال کہتے ہیں:-

ہاتھ ہے اللہ کا بندہ مومن کا ہاتھ غالب و کار آفریں، کار کشاء و کار ساز
اور مندرجہ بالا حدیث شریف کی روشنی میں اولیاء اللہ کا بولنا بھی خدائی بولنا ہو گا جیسا کہ مولانا روم فرماتے ہیں:-

گفتہ او گفتہ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث پاک کی شرح میں فرماتے ہیں:

العبد اذا واطب على الطاعات بلغ الى المقام الذي يقول الله
كنت سمعاً و بصراً فاذا صار نور جلال الله سمعاً له سمع
قريباً و اذا صار ذالك النور بصراً له رى القريب و البعيد و
اذا صار ذالك النور بدأ له قدر على التصرف فى الصعب و
السهل و البعيد و القريب (تفسير کبیر از امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ،
جز ۲ صفحہ ۹۱)

یعنی، جب بندہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر پختگی اختیار کرتا ہے تو وہ اس مقام پر پہنچ جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو میں اس کی سمع اور بصر بن جاتا ہوں تو جب اللہ تعالیٰ کے جمال کا نور اس کی سمع بن جاتا ہے تو وہ بندہ

قریب اور دور سے یکساں سنتا ہے اور جب یہی نور اس کی بصر ہو جاتا ہے تو وہ قریب اور دور سے برابر دیکھتا ہے اور جب یہی اللہ تعالیٰ کا نور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہے تو وہ خشکی اور ترکی میں قریب و بعید میں یکساں طور پر تعارف پر قادر ہو جاتا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الکمال المطلق عبارة من مقام ولى فيه يعطى المكامل حقائق
الاشياء حقها بالنمام و الکمال فينصف بسائر صفات
الربوبية و بجميع صفات العبودية فى آن واحد (انفاس
العارفين، فارسی، صفحہ ۱۵)

یعنی، کمال مطلق کو ولی اللہ کے اس مقام سے تعبیر کیا جاتا ہے جس میں ولی کامل کو تمام اشیاء کی حفاظت سے کامل طور پر آگہی دی جاتی ہے پس وہ ولی اللہ ایک ہی وقت میں ربوبیت و عبودیت کی تمام صفات سے متصف ہوتا ہے۔

غوث اعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتوح الغیب مقالہ نمبر ۱۶ بعنوان منزل توکل صفحہ نمبر ۳۵ میں فرماتے ہیں اس مقام پر پہنچ کر تمہیں نگوینی نظام یعنی کائنات کا نظم و نسق سونپ دیا جائے گا اور تم خدا کے ایسے واضح اور صریح حکم اور روشن ولیوں کے ذریعہ جیسے سورج روشن ہوتا ہے کائنات کا نظم و نسق چلا سکو گے اور لذیذ شے سے زیادہ لذیذ کام اور ایسے صادق الہام سے جس میں کسی قسم کا التباس نہ ہو اور جو مقتضائے قلبی اور وسوسہ شیطانی سے مبرا ہو تمہیں نوازا دیا جائے گا جیسا کہ باری تعالیٰ نے اپنے بعض کتابوں میں فرمایا ہے کہ اے اولاد آدم میں ہی وہ خدا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے جب میں کسی چیز کے متعلق کبہ دیتا ہوں کہ ہو جائے وہ جاتی ہے، لہذا جب تم خدا کی اطاعت کرتے رہو گے تو تمہیں ایسا بنا دیا جائے گا کہ جب تم کسی شے کے متعلق کہو کہ ہو جاوے وہ ہو جائے گی بلاشبہ بہت سے انبیاء اور اولیاء کے ساتھ یہی معاملہ رہا ہے۔ (فتوح الغیب اردو معرّفہ غوث

اعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ مدینہ ہاشمک کھنٹی ہندروڈ، کراچی ہسرا)

اللہ تعالیٰ نے اولیاء اللہ کے صرف فضائل اور ان کی شان و عظمت بیان فرمانے ہی پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ اولیاء اللہ کا دامن تھامنے اور ان سے وابستہ ہو جانے کا حکم دیا ہے اور ارشاد فرمایا:

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَلْوَةِ وَالْعَظِيمِ
يُرِيدُونَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْلَمْ عَيْنُكَ عَنْهُمْ (پارہ ۱۵، سورہ کہف)
ترجمہ: اپنی جان کو ان کے ساتھ مانوس رکھو جو صبح و شام اس کی رضا کے
لئے اپنے رب کو پکارتے اور اس کا ذکر کرتے ہیں اور تمہاری آنکھیں
انہیں چھوڑ کر کسی اور پر نہ پڑیں۔

اس آیت کریمہ میں اللہ والوں کے ساتھ وابستہ اور پیوست رہنے کا حکم ہے یعنی ان کے
ساتھ اپنی جانوں کو لگائے رکھو ان سے چمٹے رہو جو اللہ تعالیٰ کی یاد میں لگن ہیں، یہ قرآن کی
نص ہے کہ اللہ والوں کے ہو جاؤ چونکہ جو اللہ والوں کا ہو جاتا ہے وہ اللہ والا ہو جاتا ہے،
آگے یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ ہمیشہ اپنی نگاہوں کو ان کی طرف جمائے رکھو، ان کی طرف سے
اپنی نظروں کو نہ ہٹاؤ، ان کا دیدار کرتے رہو، گویا ان کو اپنے تن من میں بسالو اور ان کے
تصور میں ڈوب جاؤ یعنی فانی اشیخ ہو جاؤ۔

اب میں آخر میں شجرہ شریف عالیہ قادریہ جہانگیر یہ ابو الطحانہ کے اس شعر پر اپنے
مضمون کو ختم کرتا ہوں۔

عشق دے مرشد کا مجھ کو یاد الہ العالمین
انبیاء و اولیاء و اصفیاء کے واسطے

بیعت مرشد کا جواز

”بیعت مرشد کا جواز قرآن و حدیث اور ائمہ تصوف کے اقوال کی روشنی میں“

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى فِي الْقُرْآنِ الْمَجِيدِ اعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ

الرَّحِيمِ، بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي

نَسَبِهِ لَعَلَّكُمْ تَفْلَحُونَ (پ ۶ سورہ مائدہ)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش

کرو اور اس کی راہ میں مجاہدہ کرو تا کہ فلاح پاؤ۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف ”قول الجہیل“ میں لکھتے

ہیں کہ یہاں وسیلہ سے مراد بیعت مرشد ہے، اسی طرح مولوی اسماعیل صاحب دہلوی نے
اپنی تصنیف ”امامت“ میں لکھا ہے ”مراد از وسیلہ شخصے است کہ اقرب الی اللہ باشد“ وسیلہ
سے وہ شخص مراد ہے جس کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ قرب اور نزدیکی حاصل
ہو، صاحب تفسیر حقانی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ بزرگانِ یدین بھی خدا کے قرب کا
وسیلہ ہیں۔ اسی طرح صاحب تفسیر معالم لکھتے ہیں کہ اولیاء اللہ کی محبت اور اعمال صالح اللہ
تعالیٰ کے قرب کا وسیلہ ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ طَيِّدُ اللَّهُ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ۚ

فَمَنْ نَكَتْ فَإِنَّمَا يَنْكُتْ عَلَى نَفْسِهِ ۚ وَ مَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهِ

اللَّهُ فَمِنْ بَيْنِي وَبَيْنَهُ عَظِيمًا (پارہ ۲۲، سورہ فتح)

ترجمہ: تحقیق جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی

سے بیعت کرتے ہیں، خداوند تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے پس جو

شخص اس اتر اور قول کو توڑ دے گا تو اس کا وبال اس کی جان پر ہوگا اور

جو اس عہد کو پورا کرے گا جو اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا ہے تو عنقریب اللہ تعالیٰ اس کو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

صاحب تفسیر مواہب الرحمن اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ”اس آیت مقدسہ میں دلیل ہے کہ بیعت امر مشروع ہے اور یہ امر مشہور، متواتر اور باجماع امت ثابت ہے کہ بیعت امر شرعی ہے۔“ گویا یہ آیت بیعت کے بارے میں نص قطعی ہے۔

ایک تیسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَمَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ (پارہ ۲۶، سورہ فتح)

ترجمہ: تحقیق اللہ تعالیٰ مومنین سے راضی ہو گیا، جس وقت درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے۔

بیعت اس قدر اہم اور ضروری موضوع ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ایک اور مقام پر ارشاد فرماتا ہے:

يَوْمَ نُلْعَنُ أَكْثَرَ النَّاسِ بِمَا هُمْ بِمَعْرِفِهِمْ (پارہ ۱۵، سورہ نساء)

ترجمہ: جس دن ہم ہر جماعت کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔

مفتی احمد یار خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر نور العرفان میں لکھتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں کسی صالح کو اپنا امام بنالینا چاہئے، شریعت میں تقلید کر کے اور طریقت میں بیعت کر کے، ناکہ حشر اچھوں کے ساتھ ہو اگر کوئی صالح امام (رہبر و مرشد) نہ ہو گا تو اس کا امام شیطان ہو گا، اس آیت میں تقلید اور بیعت مرید کی سب کا ثبوت ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ وہ شخص خوش نصیب ہے جس کو کسی مرہد کامل سے بیعت کر کے مقبول بن بارگاہ الہی کے زمرہ میں شامل ہو کر شرف نسبت نصیب ہوا اور چونکہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی معیت اور صحبت شرما محبوب اور مطلوب ہے اس لئے انبیاء علیہم السلام نے بھی مولیٰ کریم سے معیت صالحین کی دعائیں مانگی ہیں، حضرت یوسف علیہ السلام نے دعا فرمائی:

تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ

عورتوں کی بیعت کا قرآن پاک سے ثبوت

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعُنَكَ عَلَى أَنْ لَا يُنْفِرْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَفْعِلْنَ بِيَهْتَانٍ يَفْتَرِيهِنَّ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيَنَّكَ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعْنَهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهُ ط إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (پارہ ۳۸)

ترجمہ: یا نبی کریم (ﷺ) جب آپ کے پاس ایمان دار عورتیں اس بات پر بیعت کرنے کے لئے آئیں اور اس غرض سے حاضر ہوں کہ وہ آپ سے ان باتوں پر عمل کرنے کے لئے بیعت کریں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی شے کو شریک نہ کریں گی، چوری اور بدکاری نہ کریں گی اور اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی نہ کوئی بہتان باندھیں گی نہ کسی نیک کام میں آپ کی ممانعت کریں گی تو آپ ان کی بیعت کر لیجئے اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کیجئے بے شک اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے۔

صاحب تفسیر مواہب الرحمن اس آیت پاک کے تحت لکھتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو صفائے جلوہ افروز تھے اور جو عورتیں اسلام قبول کرنے اور بیعت کے لئے حاضر ہوئیں تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آپ کی نیابت میں کوہ صفا کے نیچے آپ کے حکم کے مطابق بیعت فرماتے تھے یعنی ان عورتوں سے بیعت لیتے تھے، اس سے ثابت ہوا کہ پھر ان عظام کا بیعت لینے کے لئے خلیفہ بنانا اور ان کی اپنی نیابت میں بیعت لینے کی اجازت دینا جائز ہے جیسا کہ حضور پر نور سید عالم ﷺ نے اپنے سامنے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اپنی طرف سے بیعت لینے کے لئے خلیفہ بنایا۔

احادیث پاک سے بیعت کا ثبوت

بخاری شریف میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے، آپ نے ارشاد فرمایا:

بَايَعُونِي عَلَى أَنْ لَا تُشْرِكُوا بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا تُسْرِقُوا وَلَا تَزْنُوا وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ وَلَا تَأْتُوا بِهَتَّانٍ يَفْتَرُونَ بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَأَرْجُلِكُمْ وَلَا تَعَصُوا فِي مَعْرُوفٍ

یعنی، تم لوگ مجھ سے اس بات پر بیعت کرو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، چوری اور زنا نہ کرنا اپنی اولاد کو قتل نہ کرنا اور اپنی طرف سے بنا کر کسی پر بہتان نہ باندھنا اور کسی اچھی بات میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مافرمانی نہ کرنا۔

بخاری شریف کی ایک دوسری حدیث میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ:

أَنْ بَايَعْنَا عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَغُسْرِنَا وَيُسْرِنَا

یعنی، حضور نے ہم کو بلا کر بیعت فرمایا اور اقرار کر لیا کہ کہو، بیعت کی ہم نے سننے اور فرمانبرداری کرنے پر اپنی خوشی میں رنج، تنگی اور فرائی میں۔

ابن ماجہ شریف میں روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فقراءِ مہاجرین سے اس بات پر بیعت لی:

عَلَى أَنْ لَا تَسْأَلُوا النَّاسَ شَيْئًا وَكَانَ أَحْلَهُمْ يَسْقُطُ مَوْطَأُ

يَنْزِلُ مِنْ قَوْمِهِ فَيَأْخُذُهُ وَلَا يَسْأَلُ أَحَدًا

یعنی، لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کرنا تو ان لوگوں نے اس اقرار کی اس حد تک پابندی کی کہ اگر ان کے ہاتھ سے کوڑا بھی گر جاتا تو گھوڑے سے اتر کر خود کوڑا اٹھاتے اور کسی سے اٹھانے کا سوال نہ کرتے۔

بخاری شریف میں ہے کہ غزوہ خندق کے دن حضور علیہ السلام نے تمام مہاجرین و انصار کے لئے دعا و مغفرت فرمائی تو ہم سب نے عرض کیا:

نَحْنُ الَّذِينَ بَايَعُوا مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْإِسْلَامِ

مَا بَقِيَْنَا إِلَّا

یعنی، ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دستِ حق پرست پر اس قول پر بیعت کی کہ جب تک ہم زندہ رہیں گے اسلام پر قائم رہیں گے۔

اور اس وقت تمام مہاجرین و انصار حاضر تھے، ایک بھی خادم و جاں نثار غیر حاضر نہیں تھا اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

كَانُوا خُمُسَ عَشْرَةَ مِائَةِ الَّذِينَ بَايَعُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَّةِ

یعنی، ہم پندرہ سو آدمیوں نے حدیبیہ کے دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔

بیعت الطریقہ

عن جابر بن عبد الله رضى الله تعالى عنهما قال بايعت النبي ﷺ على إقامة الصلوة وإيتاء الزكاة والنصح لكل مسلم

(بخاری شریف، باب البیعة علی اقامۃ الصلوٰۃ، صفحہ ۷۷، مطبوعہ کراچی)

یعنی، جابر ابن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں ”میں نے بیعت کی نبی کریم ﷺ کے ساتھ اقامۃ الصلوٰۃ، ایتاء الزکوٰۃ اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی پر۔“

عورتوں کی بیعت کا حدیث شریف سے ثبوت

بخاری شریف میں حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم سے حضور علیہ السلام نے بیعت کے وقت یہ عہد بھی لیا:

أَنْ لَا تَنْوَحَ

یعنی، ہم نوحہ نہیں کریں گی۔

ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن ۳۵ عورتوں نے آنحضرت ﷺ

کے دست مبارک پر بیعت کی۔

ابوداؤد شریف میں ام عتیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب حضور ﷺ مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو آپ نے ایک مکان میں انصار کی عورتوں کو جمع کر کے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ان سے بیعت لینے کے لئے بھیجا چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مکان کے دروازہ پر کھڑے ہو کر نبی کریم ﷺ کے حکم سے ان سے بیعت لی اور ان مستورات نے دور سے ہی اپنے ہاتھوں کے اشارہ سے قبولیت بیعت کا اظہار کیا۔

خلفاء راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے بیعت کا ثبوت اور جواز تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے چاروں خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ہاتھوں پر یکے بعد دیگرے بیعت کی، بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے مشاورت کے بعد جب امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کیا تو ان کے ہاتھ پر بیعت کے وقت کہا:

أَبَايَعُكَ عَلَى سُنَّةِ اللَّهِ وَ سُنَّةِ رَسُولِهِ وَ الْخُلَفَاءِ مِنْ بَعْدِهِ
یعنی، میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ اور دونوں خلفاء کی سنت کے مطابق آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں۔

مندرجہ بالا احادیث متبرک سے ثابت ہوا یہ بیعت سنت مطہرہ ہے اور سنت کے مطابق عمل پیرا ہونے کے بارے میں آپ نے فرمایا:

مَنْ أَخَذَ بِسُنَّتِي فَهُوَ مِنِّي وَ مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي
یعنی، جو میری سنت پر عمل کرے وہ مجھ سے ہے اور جو میری سنت سے منہ پھیرے وہ مجھ سے نہیں ہے۔

اقوال صالحین سے بیعت کا ثبوت

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ عوارف المعارف میں حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں:

مَنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ اِمْتِثَاذٌ فَاِمَامُهُ الشَّيْطَانُ

یعنی، جس شخص کا کوئی پیر نہ ہو اس کا پیر اور امام شیطان ہے۔

حضرت شاہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ قول الجلیل سفیہ ۲ میں فرماتے ہیں:

ان الميعة سنة

یعنی، بیعت سنت رسول اللہ ﷺ ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ قانونی عزیز یہ جلد اول صفحہ ۲۸ میں فرماتے ہیں ”جو میری اپنی عقیدت کا ہاتھ مرشد کے ہاتھ کے ساتھ منعقد کرتا ہے تو مرشد اور بیعت کے واسطے سے اس کا انعقاد سرہشمہ نبوت و رسالت سرور و وہاں غر کون و مکان حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ ہو جاتا ہے۔“

مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

ہر کہ خوابد ہمنشین با خدا او نہیند در حضور اولیا
پیر کامل صورت ظن الہی یعنی دید پیر دید کبریا

امام ارباب طریقت، پیشوائے اہل حقیقت، واقف رموز معرفت سیدنا حضرت علی جویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کشت کامل وہ عالی مقام ہستی ہے کہ حضور پر نور رحمت عالم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ ہر وقت اس کی آنکھوں کے سامنے ہوتے ہیں اور وہ ایک لمحہ کے لئے بھی مشاہدہ حق سے غافل نہیں ہوتا۔

اس مضمون میں سب سے پہلی آیت مقدسہ میں قائل غوریہ امر ہے کہ قرآن پاک اپنے واضح الفاظ میں ایسے سعادت مند انسانوں کو وسیلہ کی تلاش کا حکم دیتا ہے جو دولت ایمان سے مشرف ہو چکے ہیں اور تصدیق قلبی کے ساتھ ساتھ احکام خداوندی کی پوری طرح بجا آوری سے اپنے ایماندار ہونے کا عملی ثبوت پیش کر چکے ہیں، اہل علم جانتے ہیں کہ اس آیت متبرک میں اولین خطاب اور روئے سخن خیر القرون کے ان محترم صحابہ کرام کی طرف ہے جن کا شمار السابقون الاولون میں ہوتا ہے اور جن کے علو مرتبت اور رفعت شان کا یہ عالم ہے کہ خود خداوند تعالیٰ ان کے بارے میں ارشاد فرما رہا ہے:

لَهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ مَغْفِرَةٌ وَ رِزْقٌ كَرِيمٌ (پ ۹)

ترجمہ: ان کے لئے اپنے رب کے پاس بڑے درجے ہیں اور ان کے لئے مغفرت اور عہد رزق ہے۔

اور دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَرَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوا عَنْهُ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ مولیٰ کریم سے راضی ہوئے۔

تو دیکھنا یہ ہے کہ ایسے برگزیدہ حضرات کو ایمان میں استحکام و مضبوطی اور عالی درجات و مراتب حاصل کرنے کے لئے وسیلہ کی تلاش اور اس میں مجاہدہ کا حکم دیا جا رہا ہے۔

اس کے بعد حدیث پاک کے یہ الفاظ ”بَايَعُونِي“ یعنی تم سب میرے ہاتھ پر بیعت کرو کے واضح الفاظ بیعت تو بہ و بیعت امانت کا حکم دینا اور یہ فرمانا کہ تم میرے ہاتھ پر بیعت کرو اور صحابہ کرام اور صحابیات رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا لبیک کہنا خواہید، بختوں کو چشم بصیرت کو ادا کرنے اور صراط مستقیم سے روگردانی کرنے والوں کو متنبہ کرنے کے لئے کافی ثبوت ہے۔

اب آخر میں قطب الاقطاب، غوث الاعوام، فرد الافراد شہباز لاکھانی، محبوب سبحانی حضرت میراں محی الدین، پیران پیر، دستگیر اشق السید عبدالقادر جیلانی الحسنى والحسينى رضى الله تعالى عنه کے مندرجہ ذیل ارشاد گرامی پر اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں:

فلا بد لكل مرید لله عز وجل من شيخ على ما بيننا (عقيدو اللہ لعین،

صفحہ ۶۹، مطبع نول کشوں لاہور)

یعنی، پس ہر مرید کے لئے لازم ہے اللہ عز وجل کی رضا کے لئے نیز فرمایا پس مرید پیر پکڑنے کے لئے مجبور ہے۔

اور آپ کے اس ارشاد کی تصدیق مندرجہ ذیل حدیث رسول مقبول ﷺ سے ہوتی ہے:

عن عبد الله ابن عمر قال سمعت رسول الله ﷺ يقول من

خلع يدا من طاعة لقي الله يوم القيامة ولا حجة له و من مات

و ليس فى عنقه بيعة مات ميتة جاهلية (مشکوٰۃ شریف (بحوالہ مسلم

شریف) نمبر ۳۴، ۳۵، صفحہ ۹۲، جلد دوم، مطبع فرید پک اٹال، ۴۰ اردو زبان لاہور)

یعنی، جس نے امیر کی اطاعت سے اپنا ہاتھ نکال لیا تو جب قیامت میں اللہ تعالیٰ سے ملے گا تو اس کے پاس کوئی وجہ جواز نہیں ہوگی اور جو مرگیا اور اس کے گئے میں کسی کی بیعت نہ تھی تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔

خلاصہ یہ ہے کہ بیعت مرشد ایک مشروع عمل ہے اور یہ امر مشہور، متواتر، اور باجماع امت ثابت ہے اور مذکورہ بالا آیات و قرآنی، احادیث مقدسہ، خلفاء راشدین المہدیین اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عمل بیعت کے بارے میں فصوح قطعی کا حکم رکھتے ہیں اور ایسے مسلمہ اور ثابت من السنۃ عمل کا ترک کرنا اہل ایمان کے لئے یقیناً موجب حرمان اور باعث خسران ہے۔